مومنین اہلِ سنت کو اسلامی سال نو 1439 ہجری مبارک

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

10 محرم 1439ھ / اکتوبر 2017ء

احرار

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے

87 سال

ہمارے دل اور زبانیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے ساتھ ہیں

سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ "میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا" سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوفی دھوکہ بازوں منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔ انھوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاحِ احوال کے لیے فرمایا۔ سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔ یوں کربلا کا سفر "سفر قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔ کربلا میں آپ نے فرمایا "میں اصلاحِ احوال کے لیے آیا ہوں" پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی، آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔ اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔ کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔ اس ظلم میں ملوث سازشی ظالم ناقابل معافی ہیں۔ ان ظالموں کی مذمت قیامت تک ہوتی رہے گی۔ سیدنا حسینؓ اور سیدنا علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بن سیدنا حسینؓ اور دیگر گواہان و باقیاتِ کربلا کا موقف برحق ہے۔ ہمارے دل اور زبانیں سیدنا حسینؓ اور ان کے رفقاء کے ساتھ ہیں۔

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

- اسلامی سال نو ۱۴۳۹ھ کا آغاز اور امّتِ مسلمہ
- یوم ختم نبوت کی غیر معمولی پذیرائی!
- امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
- سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

- میری طالب علمی (دار العلوم دیوبند میں طلباء سے یادگار خطاب)
- پاکستان پیپلز پارٹی کا تحفظ ختم نبوت سیمینار
- متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل

نورِ ہدایت

القرآن

قربانی

''اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے۔ اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوش خبری سنا دو۔ [الحج: ۳۶، ۳۷]
تو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ [الکوثر: ۲]

الحدیث

سفرِ حج میں پردہ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم (ازواجِ مطہّرات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو جاتے ہوئے احرام کی حالت میں تھے۔ جب ہمارے پاس سے کوئی سوار گزرتا تو ہم اپنی چادر اپنے سر کے اوپر کھینچ کر اپنے چہروں پر لے آتے اور جب ہم آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول لیتے تھے۔''
[ابوداؤد]

الآثار

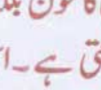

پاکستان کی حفاظت

یہ درست ہے کہ ہم نے مسلم لیگ کے مجوزہ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ ہم نے جو صحیح سمجھا وہی کہا اور وہی کیا۔ ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں۔ اب پاکستان بن چکا ہے۔ یہ ہمارا وطن ہے اور ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعمیر اور خدمت میں جُت جانا چاہیے۔ یہ قطعۂ زمین ہم نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ تیرہ سو سال میں آج تک کسی نے آزادی کے لیے اتنی قیمت ادا نہیں کی جتنی ہمیں کرنی پڑی ہے۔ اب اس بیش قیمت ملک کو ہر قیمت پر بچانے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

میں کسی سے مرعوب ہو کر نہیں بلکہ پوری آزادی سے کہتا ہوں کہ دفاعِ وطن کے لیے تیار ہو جاؤ اور جو وطن کا غدار ہے اُسے کیفرِ کردار تک پہنچاؤ۔

پاکستان شکستہ دل مسلمانوں کی آواز ہے۔ پاکستان بننے پر ہمارے تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ پاکستان ہمارا وطن ہے، اس کی سلامتی، اس کی ترقی اور خوشحالی کے لیے انتھک محنت ہم میں سے ہر ایک کا ایمان ہونا چاہیے۔

[امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ]
(لاہور، ۱۹۴۸ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 28 شمارہ 10 محرم 1439ھ / اکتوبر 2017ء

Regd.M.NO.32

بانی: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

تزئین
محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک	200/- روپے
بیرون ملک	4000/- روپے
فی شمارہ	20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 100-5278-1

بینک کوڈ 02781 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

اداریہ:	اسلامی سال نو ۱۴۳۹ھ کا آغاز اور امتِ مسلمہ	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	یوم ختم نبوت کی غیر معمولی پذیرائی!	عبداللطیف خالد چیمہ	3
	الجزائر میں قادیانی جماعت کے سربراہ کو توہین اسلام کے الزام کے جرم میں سزا		
افکار:	پاکستان پیپلز پارٹی کا تحفظ ختم نبوت سیمینار	مولانا زاہد الراشدی	8
//	چوکیدار کی بیٹی ملک کی صدر منتخب	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	10
دین و دانش:	سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	13
//	امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	محمد عرفان الحق، ایڈووکیٹ	17
//	مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، داماد علی ..... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	انتظار احمد اسد	21
//	اولیات خلیفۂ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	24
//	جب تک کہ وہ تیرا فیصلہ مان نہ لیں!	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	26
//	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام	حافظ عبید اللہ	28
	اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۸)		
خطابت:	میری طالب علمی (دارالعلوم دیوبند میں طلباء سے یادگار خطاب)	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	35
ادب:	حمد باری تعالیٰ	محمد ریاض عادل فاروقی	43
//	منقبت در مدح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	محمد سلمان قریشی	45
//	عشق کے قیدی (قسط:۱۳)	ظفر جی	46
تذکرہ:	مولانا شمس الرحمن معاویہ شہید کی قبر سے خوشبو پھوٹنے لگی	امت رپورٹ	54
حسنِ انتخاب:	کتب بینی کے معدوم ہوتے ماحول میں تازہ کتب کا جھونکا	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	57
دعوتِ حق:	متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل (مکتوب نمبر ۵)	ڈاکٹر محمد آصف	60
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

اسلامی سالِ نو ۱۴۳۹ھ کا آغاز اور اُمّتِ مسلمہ

سید محمد کفیل بخاری

۱۴۳۸ھ کا سورج غمی اور خوشی کی بے شمار یادیں اپنے ساتھ لے کر غروب ہو گیا اور محرم الحرام ۱۴۳۹ھ کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ سن ہجری کا آغاز امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا اور اُمّتِ مسلمہ کو اسلامی کیلنڈر کا نظام عطا فرما کر احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ فارق اعظم رضی اللہ عنہ کا فیض ہے جو صبحِ قیامت تک جاری رہے گا۔

ماہ و سال تو بدلتے رہتے ہیں لیکن ان سے وابستہ واقعات اور یادیں باقی رہتی ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ انسان اچھے واقعات سے نصیحت حاصل کرے اور برے واقعات سے عبرت۔ اچھائی کو فروغ دے اور برائی کو روکے۔ عالمِ کفر، مسلمانوں کا دائمی دشمن ہے۔ قرآن کریم، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت و کردارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر شاہد عدل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور نبیٔ خاتم سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیثِ مبارکہ میں اسلام اور اُمّتِ مسلمہ کے دشمنوں کی نا صرف نشان دہی کی ہے بلکہ اُن کی چالوں اور سازشوں سے بھی خبردار کیا ہے۔

گزشتہ سال کے آخری مہینوں میں برما کے روہنگیا مسلمانوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے اور جس طرح گاجر مولی کی طرح کاٹ کر اُن کی نسل کشی کی گئی تاریخ اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ لیکن انسانی حقوق کے نام نہاد عالمی ٹھیکیداروں کو سانپ سونگھ گیا اور انھوں نے روہنگیا مسلمانوں کو انسان تک نہیں سمجھا۔ شام میں بشار حکومت نے عالمی طاغوت کے ایماء اور سرپرستی میں انسانی خون کی جس طرح توہین کی اس نے ہلاکو اور چنگیز کے مظالم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ عراق اور افغانستان میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور ان مظالم کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے صرف مسلمان ممالک ہی ہدف کیوں ہیں؟ یہی عالمی طاغوت کی سازش ہے۔ وہ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے مسلمان حکمرانوں میں سے ہی غدار تلاش کرتے ہیں، خود دہشت گرد تیار کرتے ہیں اور پھر وہاں جنگ شروع کرتے ہیں۔ گزشتہ ماہ امریکی صدر ٹرمپ نے پاکستان کو بھی کھلی دھمکی دے دی۔ افغان جنگ میں پاکستان کو استعمال کرنے اور امریکی و نیٹو فورسز اتارنے کے باوجود امریکہ کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اپنی ناکامیوں کا سارا ملبہ پاکستان پر گرایا اور ڈومور کے ذریعے اپنی خفت مٹانے کی ناکام سعی کر رہا ہے۔ امریکی دھمکی پر آرمی چیف کے جرأت مندانہ بیان نے قوم کے حوصلے بلند کر دیے ہیں۔ چین کی پاکستان میں دلچسپی، سرمایہ کاری، اقتصادی پیکج، سی پیک، سب کچھ اپنے مفادات کے لیے ہے۔ یقیناً پاکستان کو اس کا نفع بھی ہوگا لیکن نقصانات بھی کم نہیں۔ گزشتہ ماہ ''برکس'' اعلامیہ میں پاکستان کو مطعون کر کے ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ اس اعلامیے میں چین اور بھارت دونوں شامل ہیں۔ برکس اعلامیہ دراصل امریکی اعلامیہ و بیانیہ ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان کا دفاع ہمیں خود ہی کرنا ہے۔ ہماری مدد کو اور کوئی نہیں آئے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کی ایک ہستی ہے جس سے ہمیں اپنی امیدیں ہر وقت وابستہ رکھنی چاہئیں وہی ہمارا حقیقی مددگار ہے۔

حکمران، اللہ کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں اللہ سے کیے گئے وعدہ کے مطابق اللہ کا نظام نافذ کر دیں تو اللہ کی مدد ہمیں ضرور حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے نیا ہجری سال خیر و برکت اور کامیابیوں کا سال بنائے۔ (آمین)

یومِ ختمِ نبوت کی غیر معمولی پذیرائی!

عبداللطیف خالد چیمہ

محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ کم و بیش تین عشروں سے زائد عرصہ پہلے ہم نے 7 ستمبر یومِ تحفظ ختم نبوت (یوم قرارداد ِاقلیت) کو مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے نظم میں مخابرات اور چھوٹے موٹے اجلاس و تقریبات سے شروع کیا تھا آج چار و سو اس کا چرچہ ہے اور اس کی خوشبو متعدد یورپی ممالک تک بھی جا پہنچی ہے، مجلس احرار اسلام کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت اہلحدیث اور کئی دیگر تنظیموں اور اداروں نے اس مرتبہ جس تزک و احتشام کے ساتھ 7 ستمبر کے یادگار اور تاریخی دن کی مناسبت سے اجتماعات منعقد کئے اور 8 ستمبر کو جمعۃ المبارک کے خطبات میں تحریک ختم نبوت کا تذکرہ کیا، قبل ازیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ پیپلز پارٹی نے گھکھڑ منڈی میں یوم ختم نبوت کا بھرپور انعقاد کیا، جس میں پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر قمر الزماں کائرہ، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی اور دیگر کئی جماعتوں کے رہنماؤں نے شرکت و خطاب کیا، راقم الحروف نے 7 ستمبر صبح 8 بجے دفتر احرار چیچہ وطنی، 12 بجے دوپہر جامع مسجد صدیقیہ کمالیہ، بعد نماز عصر جامع مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ پھر بعد نمازِ عشاء جامعہ عثمانیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر، 8 ستمبر کو مرکز احرار جامع مسجد مدنی چنیوٹ، 19 ستمبر کو جامع رشیدیہ نمبر 2 ساہیوال، 21 ستمبر کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس مرکزی دفتر احرار لاہور میں جو معروضات پیش کیں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔۔۔!

عقیدۂ ختم نبوت پر قرآن کریم کی ایک سو آیات، تقریباً دو سو احادیث گواہی دیتی ہیں یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، انکارِ ختم نبوت کے فتنے کا آغاز جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہو گیا تھا، نوجوان صحابی سیدنا حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ تحریک ختم نبوت کے پہلے شہید ہیں جن کو مسیلمہ کذاب کے کارندوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے مسیلمہ کی نبوت کا اقرار کر لو! انہوں نے نفرت کے اظہار کے لئے فرمایا۔۔۔! ''میرے کان تمہاری آواز سننے سے عاجز ہیں'' اُن کو گرفتار کر کے مسیلمہ کے پاس لے جایا گیا اور سمجھایا کہ مسیلمہ پر ایمان لے آؤ! وہ نہ مانے تو ان کا ایک بازو، دوسرا بازو اور دونوں ٹانگیں کاٹ دی گئیں مگر وہ یہی فرماتے رہے کہ ''میرے کان تمھاری آواز سننے سے عاجز ہیں''۔ آج کا کفر بھی امریکہ کی قیادت میں دنیا کے مسلمانوں سے یہی مطالبہ کر رہا ہے جبکہ دنیا بھر میں صرف مذہبی طبقات اور دینی قوتیں ڈٹی ہوئی ہیں اور سرنڈر ہونے کے لئے تیار نہیں۔۔۔۔۔!

1974ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے پیچھے جنگ یمامہ اور تحریک ختم نبوت 1953ء کے شہداء کا مقدس خون پنہاں ہے۔ ہمارے اکابر نے 1974ء کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ہمہ پہلو اور ہمہ جہت کس طرح

محنت کی اس کے لئے دو واقعات کا حوالہ دینا چاہوں گا:

جمعیت علماء اسلام کے بانی رہنماء مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کے داماد اور جامعہ مُعارف الاسلامیہ اسلام آباد کے مدیر ڈاکٹر محمد ادریس مفتی کی روایت کے مطابق:۔''مولانا غلام غوث ہزاروی (مرحوم) نے فرمایا جب قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بارے میں بحث ہو رہی تھی اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے ایوان اور ایوان سے باہر مطالبات زوروں پر تھے اسی دوران چند قادیانی خواتین بیگم نصرت بھٹو سے ملنے آئیں اور سفارشات کا انبار لگا دیا۔بھٹو صاحب کو روکیں کہ مولویوں کی بات سن کر ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیں۔ہم کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، ملک کے لیے ہماری خدمات واضح ہیں، دیکھیں پرائم منسٹر صاحب سے سفارش کریں کہ وہ علماء کی باتوں میں نہ آئیں، یہ اقدام ان کے لیے اچھا ہے نہ ملک وقوم کے لیے۔بیگم نصرت بھٹو نے انکی یہ گفتگو سنی اور پھر وزیر اعظم صاحب سے الجھ پڑیں کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔بس ایسا کام نہ کریں کہ کل کو دنیا میں رسوائی اور جگ ہنسائی کا باعث بنے۔میں یہ کام ہرگز آپ کو نہیں کرنے دوں گی۔یہ تو ان لوگوں پر بڑا ظلم ہوگا۔حتیٰ کہ رات بھر دونوں میاں بیوی کی یہ تکرار رہی۔صبح کو ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے حضرت مولانا ہزاروی کو فون کیا اور کہا کہ آپ سے ایک ضروری کام ہے جلد تشریف لائیں۔مولانا مرحوم نے مدرسہ فرقانیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی میں علماء کا اجلاس بلایا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا کہ بھٹو صاحب میں مصروف ہوں علماء کرام آئے ہیں۔یہاں ایک ضروری میٹنگ ہو رہی ہے۔اس لیے میں آنے سے معذرت خواہ ہوں۔بھٹو مرحوم نے کہا کہ مولانا صاحب یہاں اس سے بھی (Important Meeting) ہے۔آپ جلد تشریف لائیں۔میں انتظار کر رہا ہوں۔اس پر مولانا ہزاروی بھٹو مرحوم کے ہاں پرائم منسٹر ہاؤس پہنچے۔دیکھا تو بھٹو صاحب انتظار میں تھے۔ملاقات ہوئی تو کہنے لگے: مولانا صاحب! کل بیگم صاحبہ کے پاس قادیانی عورتیں آئیں تھیں۔انہوں نے آ کر اسے بڑا ورغلایا ہے کہ دیکھیں بھٹو صاحب ہمیں مولویوں کے کہنے پر غیر مسلم اقلیت قرار دے رہے ہیں۔حالانکہ ہم مسلمان ہیں۔کلمہ پڑھتے ہیں۔نماز پڑھتے ہیں۔روزہ رکھتے ہیں اور ملک وقوم کے لیے ہماری خدمات سب کو معلوم ہیں،اس لیے بھٹو صاحب کو روکیں کہ وہ مولویوں کے جھانسے میں نہ آئیں۔ورنہ ان کی خیر نہیں ہوگی۔اب یہ رات بھر سے میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔نہ خود سوئی ہے نہ مجھے سونے دیا۔اس لیے میں نے آپ کو زحمت دی ہے کہ آپ بیگم صاحبہ کو ختم نبوت اور قادیانیت کے حوالے سے کچھ بتائیں۔کیونکہ میں آپ کو نیک دل اور خدا پرست عالم سمجھتا ہوں۔کوئی لالچ یا بغض آپ کے دل میں نہیں ہوتا۔اس لیے آپ بیگم صاحبہ کو اس مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں۔مولانا غلام غوث ہزاروی نے کہا کہ میں جناب بھٹو اور بیگم بھٹو صاحبہ تینوں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔تو میں نے عقیدۂ ختم نبوت، قرآن حکیم ،حدیث، اجماع اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات کی روشنی میں پوری طرح واضح کیا اور مرزا قادیانی کی تاریخ، اس کے دعاوی باطلہ، اس کی اسلام دشمنی، انگریز سے وفاداری کی تاریخ، اس کا مکر وفریب، سب کچھ بتایا۔مولانا نے فرمایا کہ

میری بعض باتیں بھٹو بیگم صاحبہ کو سمجھاتے رہے۔ جب ساری گفتگو ختم ہو چکی تو بیگم بھٹو نے کہا کہ یہ تو بہت گندے ہیں۔ مجھے تو ان کے بارے میں علم نہیں تھا۔ مگر مولانا دیکھیں اسلام میں پردے کا کیا حکم ہے اور میں پردہ سے نہیں ہوں تو کیا میں بھی کافر ہوں؟ اس پر مولانا نے فرمایا! محترمہ جب تک آپ اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار نہ کریں یا پھر ان کا مذاق نہ اُڑائیں تو صرف گناہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ گناہ سے انسان صرف گناہ گار ہوتا ہے۔ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر آپ پردے کا انکار کریں کہ میں اس کو نہیں مانتی یا اس حکم کا مذاق اڑائیں۔ تو تب آپ کافر ہو جائیں گی۔ بہر حال کفر اور ایمان کا مسئلہ جدا ہے اور فسق و فجور گناہ کا معاملہ علیحدہ ہے۔ بیگم بھٹو نے کہا مولانا توبہ، آخر مرنا ہے۔ میں اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتی ہوں۔ اللہ معاف کرے۔ اس کے بعد بیگم بھٹو نے بھٹو مرحوم سے اسی نشست میں کہا کہ بھٹو صاحب مجھے قادیانیوں کے بارے میں اب پتہ چلا ہے کہ ان کی اصلیت کیا ہے۔ اس لیے اس مسئلے کو لٹکائے بغیر فی الفور حل کریں اور فتنے کا جلد تدارک کریں۔ اس پر وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے مولانا ہزاروی کا بہت شکریہ ادا کیا اور یوں یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی۔''

دوسرے واقعے کے راوی کہنہ مشق صحافی جناب جلیس سلاسل ہیں جنہوں نے 1975ء میں ''جنگ'' گروپ میں محمود شام کی زیر صدارت شائع ہونے والے ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' کراچی کے لئے آغا شورش کاشمیری مرحوم سے انٹرویو لیا جو ٹائٹل سٹوری کے طور پر شائع ہوا، یہ انٹرویو شورش مرحوم کی زندگی کا آخری انٹرویو تھا، اس انٹرویو کا ایک اہم اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''انہی دنوں آغا شورش کاشمیری نے وزیر اعظم بھٹو سے طویل ملاقات کی تو ایسی اثر انگیز انداز میں تقریر کی کہ بھٹو کو کہنا پڑا کہ '' شورش کاشمیری نے میرا دوٹوک جواب سننے کے باوجود قادیانیوں کے مذہبی معتقدات میرے سامنے اس طرح رکھے جن کے مطابق امت کا ہر فرد حتیٰ کہ خود میں اور میرے ماں باپ بھی کافر نظر آنے لگے تھے''۔

مجھے قادیانیوں کی کتابیں دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔۔۔ کم از کم میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ قادیانی امام حسن، امام حسین، حضرت علی (رضی اللہ عنہم) اور میرے ماں باپ کو کافر سمجھیں۔ لیکن جب میں نے اپنے غصہ پر قابو پا کر شورش کاشمیری سے کہا یہ تو درست ہے کہ قادیانی امت کے ہر چھوٹے بڑے رکن کو کافر سمجھتے ہیں لیکن ان کے عقائد کے بارے میں کیا کر سکتا ہوں یہ تو علماء کرام کا کام ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی تبلیغ کے ذریعہ ان عقائد سے تائب کریں اور جو وقت وہ تحریکیں چلانے میں صرف کرتے ہیں قادیانیوں کے خلاف تبلیغ میں صرف کریں۔ حکومت ان کی ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہے۔ شورش کاشمیری نے میرے اس جواب کے بعد مجھ پر قادیانیوں کی جماعت کی سیاسی حیثیت واضح کی اور 4 گھنٹہ کی گفتگو میں انہوں نے ثابت کیا کہ قادیانی پاکستان کے ازلی دشمن ہیں۔ وہ پاکستان میں بیٹھ کر اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کی پیشین گوئیاں اور الہامات پاکستان کے خلاف ہیں۔ وہ ربوہ میں اپنے مردے امانت کے طور پر دفن کرتے

ہیں۔انہوں نے ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔جس کی فوج، اپنی پولیس، اپنا سیکرٹریٹ اور اپنی ہی وزارت خارجہ و داخلہ ہے۔شورش کاشمیری نے جو کچھ کہا اس پر با حوالہ دلائل دیے سب سے آخر میں اس نے بھی مفتی محمود کی طرح ایک جذباتی مطالبہ کیا۔اس کے مطالبے کو قبول کرنے کے لیے میرے سامنے دلائل کا انبار تھا اور میں نے دل ہی دل میں یہ مسئلہ حل کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔لیکن اس موقع پر شورش نے ایسی حرکت کی جس سے میں لرز گیا۔مولوی تاج محمود جوان کے ہمراہ تھے وہ بھی بڑے حیران ہوئے۔شورش نے گفتگو کرتے ہوئے یکا یک اٹھ کر بڑے جذباتی انداز میں میرے پاؤں پکڑ لیے۔میں نے شورش کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے اٹھا کر گلے سے لگالیا۔مگر شورش ہاتھ ملا کر پیچھے ہٹ گیا۔بھٹو صاحب ہمارے پاس کون سی عظمت ہے ایک سو سال سے ہم اپنے آقا و مولی کی عزت و عظمت بحال نہیں کرا سکے۔ہم سے زیادہ ذلیل قوم کسی ملک نے آج تک پیدا نہیں کی ہوگی، ہم اس وقت عزت و عظمت کا تاج سر پر رکھ سکتے ہیں جب قادیانیوں سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تاج چھین کر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلیں۔پھر شورش نے روتے ہوئے میرے سامنے اپنی جھولی پھیلا کر کہا۔میں آپ سے اپنے اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین کی بھیک مانگتا ہوں۔آپ میری زندگی کی تمام نیکیاں اور خدمات لے لیں۔میں اللہ کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا۔مگر اللہ کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حفاظت کردیجئے۔یہ میری جھولی نہیں، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی ہے جس کی جھولی پر قادیانی حملہ آور ہیں''۔اب اس سے زیادہ مجھے سننے کی تاب نہ تھی۔میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آئی، میں بھی آخر مسلمان تھا اور اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا تھا۔اس موقع پر شورش نے بات چیت کا رخ جذبات کی طرف موڑ دیا تھا اور میں اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت کے سوا سب کچھ بھول گیا تھا، میں نے شورش سے وعدہ کرلیا تھا ۔میں قادیانی مسئلہ ضرور بالضرور حل کروں گا۔شورش مجھ سے وعدہ لے کر چلا گیا اور میں سوچتا رہا کہ شاید اس شخص نے مجھ پر جادو کیا ہے۔لیکن مجھ جیسے شخص کو قائل کرنے کے لیے ایک جذباتی ماحول پیدا کرنا صرف شورش کا کام تھا۔میں اس شخص کی بہت قدر کرتا ہوں''۔اِس مرتبہ (7۔ستمبر) یومِ ختم نبوت کے اجتماعات وتقریبات اخبارات نے جس اہتمام سے خصوصی ایڈیشنز اور مضامین کا اہتمام کیا، اِس سے لگتا ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ 7 ستمبر دینی حوالے کے ساتھ ساتھ قومی دن کے طور پر منایا جانے لگے گا، آنے والے دنوں میں ہمیں اس پر مزید محنت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلینا چاہیے، تعلیم وتربیت، میڈیا اور لابنگ جیسے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر آگے بڑھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں، آمین، یارب العالمین۔

الجزائر میں قادیانی جماعت کے سربراہ کو توہین اسلام کے الزام کے جرم میں سزا:

قادیانی گروہ کو 7۔ستمبر 1974ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو دنیا بھر میں انہیں کو ربوہ برانڈ ارتداد کو اسلام کے نام پر پھیلانے میں دشواری پیش آنے لگی، گو کہ ''احمدی اسلام'' کے نام پر وہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، اور آئین وقانون کو ماننے سے انکاری ہیں اور دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف مسلسل

لابنگ اور شر انگیزی میں مصروف ہیں۔ امریکہ، انڈیا اور اسرائیل ان کی پشت پر ہیں، آزاد بلوچستان اور علیحدگی کی تحریکوں کے پس منظر میں طارق فتح نامی مشہور قادیانی اپنی لابی کے ساتھ پوری طرح سرگرم عمل ہے، اس سب کچھ کے باوجود قادیانیت پوری دنیا میں بے نقاب ہو رہی ہے، درج ذیل خبر پیش خدمت ہے:

الجیریا (خبر ایجنسیاں) شمالی افریقہ کی عرب مسلم ریاست الجزائر کی ایک عدالت نے ملک میں قادیانی جماعت کے سربراہ کو توہین اسلام کے جرم میں 6 ماہ کی سزائے قید سنا دی ہے۔ الجزائر میں احمدیہ برادری کے ارکان کی تعداد قریب 2 ہزار ہے، میڈیا رپورٹس کے مطابق اس عرب ریاست میں قادیانی جماعت کے سربراہ کا نام محمد فالی ہے، اس کے وکیل صلاح دبوز نے تصدیق کر دی کہ محمد فالی کو ایک ملکی عدالت نے غیر قانونی طور پر مالی وسائل جمع کرنے اور ایک مذہب کے طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین کرنے کے جرم میں مجرم قرار دیتے ہوئے 6 ماہ کی سزائے قید سنا دی ہے۔ الجزائر میں قادیانیوں کے خلاف کریک ڈاؤن پچھلے سال سے جاری ہے۔ جس مقدمے میں محمد فالی کو سزا سنائی گئی، اس کی سماعت الجزائر کے ایک مغربی ساحلی شہر مستغانم میں ہوئی، اس مقدمے سے پہلے محمد فالی نے اپنے خلاف اسی نوعیت کے الزامات کے بعد سنائے جانے والے ایک دوسرے مقدمے پر اعتراض کیا تھا، پہلی بار اس طرح کے مقدمے میں فالی کو تین ماہ کی معطل سزا سنائی گئی تھی اور فالی اس دوران عدالت میں پیش بھی نہیں ہوئے تھے۔ (روزنامہ اسلام ملتان، 15 ستمبر 2017ء، صفحہ اوّل)

شراب خانہ خراب:

شراب خانہ خراب اُم الخبائث ہے، حرام تو ہے ہی حکومت پاکستان کے قانون میں بھی آخری اطلاعات کے آنے تک ممنوع ہی ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ اشرافیہ کا مشروب ہے، کون ہے جو بلند و بالا عمارتوں میں اس کا داخلہ روک سکے، لیکن حد ہوگئی ہے کہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد جیسے بڑے تعلیمی ادارے میں جہاں علم کو انتہائی مہنگے داموں فروخت کیا جاتا ہے اس کا داخلہ مفت ہونے کا انکشاف بھی سامنے آیا ہے، خبر ملاحظہ فرمائیے:

اسلام آباد (مانیٹرنگ ڈیسک) قائداعظم یونیورسٹی میں طلباء کو مفت شراب فراہم کی جاتی ہے، یونیورسٹی کے پروفیسر نے تہلکہ خیز انکشاف کر دیا، وائس چانسلر نے بھی منشیات فروشوں کے سامنے ہاتھ کھڑے کر دیئے، پاکستان کی نمبر ون قائداعظم یونیورسٹی کے طلباء مفت میں شراب پینے لگے، یونیورسٹی کے اندر مفت شراب ملتی ہے، یونیورسٹی کے ڈاکٹر وقار شاہ نے تہلکہ خیز انکشاف کر دیا، وائس چانسلر قائداعظم یونیورسٹی ڈاکٹر جاوید اشرف نے جامعہ میں منشیات کا استعمال نہ روکنے کی وجہ بھی بتا دی، انہوں نے بتایا کہ یونیورسٹی کی دیواریں نہیں ہیں، جس کی وجہ سے منشیات فروشوں کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ ڈاکٹر جاوید اشرف نے کہا کہ جامعہ کراچی کے واقعہ کے بعد انتظامیہ نے طلباء پر نظر رکھی ہوئی ہے، اور ہوسٹلز میں غیر قانونی طور پر رہائش پذیر طلباء کو نکال دیا گیا ہے''۔ (روزنامہ اسلام ملتان، 15 ستمبر 2017ء، صفحہ اوّل)

پورے ملک میں کوئی ہے جس نے اس خبر کا نوٹس لیا ہے۔

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر   جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

پاکستان پیپلز پارٹی کا تحفظ ختم نبوت سیمینار

مولانا زاہدالراشدی

ماہ ستمبر کے دوران ملک بھر میں جہاں وطن عزیز کے جغرافیائی دفاع واستحکام کے حوالہ سے مختلف تقریبات اور پروگراموں کا اہتمام ہوا وہاں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بھی ملک کے نظریاتی دفاع واستحکام کے فروغ کے موضوع پر متنوع تقریبات منعقد کی گئیں۔ 6 ستمبر کو 1965 کی جنگ کی یاد میں یوم دفاع کے طور پر منایا جاتا ہے جبکہ 7 ستمبر کو یوم فضائیہ کے علاوہ یوم تحفظ ختم نبوت کا عنوان بھی دیا جاتا ہے کیونکہ اس روز 1974 میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی دستوری فیصلہ کیا تھا۔ مجھے اس حوالہ سے دو تقریبات میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ 21 ستمبر جمعرات کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکز لاہور میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت جمعی علما پاکستان کے سربراہ جناب پیر اعجاز احمد ہاشمی نے کی اور اس سے مولانا محمد امجد خان، مولانا سید کفیل شاہ بخاری، مولانا حافظ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالرف فاروقی، حافظ عاکف سعید، حاجی عبداللطیف چیمہ اور دیگر سرکردہ زعما کے علاوہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سرگرم راہنما حافظ میاں محمد نعمان نے خطاب کیا اور راقم الحروف نے بھی کچھ معروضات پیش کیں۔ مقررین نے پاکستان کے نظریاتی تشخص کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت کی پاسداری کے عزم کی تجدید کی۔ جبکہ 23 ستمبر ہفتہ کو اپنے آبائی شہر گکھڑ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے زیر اہتمام منعقدہ تحفظ ختم نبوت سیمینار میں حاضری زندگی کا ایک خوشگوار تجربہ ثابت ہوئی۔ پاکستان پیپلز پارٹی گکھڑ کے صدر میاں راشد طفیل کے والد گرامی میاں محمد طفیل مرحوم مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری کے حلقہ احباب میں شامل اور تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد میں ان کے سرگرم معاون تھے۔ جبکہ میاں محمد طفیل مرحوم کے بڑے بھائی میاں فاضل رشیدی مرحوم پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ارکان میں شمار ہوتے تھے اور ایک عرصہ تک پیپلز پارٹی گوجرانوالہ کے چیئرمین رہے ہیں۔ اور ان کے والد محترم ماسٹر کرم دین مرحوم میرے والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے۔ اس حوالہ سے یہ خاندان پاکستان پیپلز پارٹی میں متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ دینی معاملات میں شروع سے ہمارا معاون چلا آرہا ہے۔ میاں راشد طفیل نے چند روز قبل مجھے بتایا کہ وہ گکھڑ میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں سیمینار منعقد کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں تو بے حد خوشی ہوئی اور حاضری کا وعدہ کر لیا۔ وہاں حاضر ہو کر پتہ چلا کہ یہ کوئی رسمی سا پروگرام نہیں بلکہ باقاعدہ کل جماعتی ختم نبوت کانفرنس تھی جو ایک بڑے شادی ہال میں منعقد ہوئی جس میں پورے علاقہ سے مختلف مذہبی مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے راہنما و کارکن بڑی تعداد میں شریک تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی صوبائی اور ضلعی قیادت بھی موجود تھی، پارٹی کے صوبائی صدر جناب قمر الزمان کائرہ مہمان خصوصی تھے اور ان کے علاوہ جناب تنویر اشرف کائرہ، میاں اظہر حسن ڈار، چودھری محمد اشرف

سندھو، را اکرام علی خان اور دیگر پارٹی راہنما بھی شریک محفل تھے۔مختلف مکاتب فکر کے راہنماں میں مولانا پروفیسر عبدالرحمان جامی، مولانا قاری محمود اختر عابد، مولانا فہیم الرحمان، قاری خالد محمود اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔ میں نے پاکستان پیپلز پارٹی کی صوبائی اور ضلعی قیادت کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانی مسئلہ کے حل میں پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور دیگر رہنماؤں کے کردار کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا اور کہا کہ پاکستان کو دستوری طور پر اسلامی ریاست کا درجہ دینے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ختم نبوت کے مسئلہ کو حل کرنے میں بھٹو مرحوم اور ان کی پارٹی کا کردار بہت اہم ہے جو تاریخ کا حصہ ہے۔اور صرف ایک بار نہیں بلکہ دوسری بار پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ہی پورے دستور پر نظر ثانی کے دوران ان فیصلوں کا تحفظ کر کے اور انہیں بعینہ برقرار رکھ کر پاکستان کے اسلامی تشخص کے تسلسل اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے پارلیمنٹ نے پوری قوم کی طرف سے اس موقف کی جو تجدید کی تھی اس کا سہرا بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے سر ہے۔مگر آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر ان قومی فیصلوں کو بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔قادیانیوں نے ان فیصلوں کو آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ بین الاقوامی فورمز پر وہ ان دستوری اور جمہوری فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے ان خلاف مورچہ بندی جاری رکھے ہوئے ہیں۔جبکہ دستور پاکستان کی اسلامی اساس اور دفعات کو بھی مختلف دائروں میں چیلنج کیا جارہا ہے۔اس لیے ہم پاکستان پیپلز پارٹی سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان اہم قومی، جمہوری اور دستوری فیصلوں کے تحفظ کے لیے بھی سرگرم کردار ادا کرے گی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر جناب قمر الزمان کائرہ نے اس حوالہ سے پر مغز اور بامقصد گفتگو کی جس سے مجھے یہ اطمینان ہوا کہ پارٹی میں ایسے حضرات موجود اور موثر ہیں جو ان مسائل کا ادراک رکھتے ہیں اور انہیں حل کرنے کا عزم بھی رکھتے ہیں۔کائرہ صاحب نے ملکی و عالمی صورتحال پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور کہا کہ ہمیں ایک ملت اور قوم کے طور پر وطن عزیز اور عالم اسلام کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہوگا اور گروہی و فرقہ وارانہ تقسیم سے بالاتر ہو کر قومی جذبہ کے ساتھ ملی وحدت اور قومی سلامتی کے لیے کام کرنا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ وہ دستور پاکستان کے اسلامی تشخص اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے قانون کے خلاف مختلف حلقوں میں جاری منفی سرگرمیوں سے آگاہ ہیں اور قوم کے ان تاریخی فیصلوں کی پاسداری کے لیے کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔پاکستان پیپلز پارٹی کے دیگر رہنماؤں نے بھی اپنے خطابات میں اسی قسم کے جذبات پیش کیے اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ گکھڑ کی پیپلز پارٹی نے ایک اہم دینی و قومی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس مشترکہ سیمینار کا اہتمام کیا ہے۔سیمینار میں پاکستان مسلم لیگ (ن) گکھڑ کے صدر اور بلدیہ گکھڑ کے چیئرمین میر مظہر بشیر نے علالت کے باعث اپنے نمائندہ کے ذریعے سیمینار کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا اور اس اہم سیمینار کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

چوکیدار کی بیٹی ملک کی صدر منتخب

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

سنگاپور میں حالیہ صدارتی انتخابات میں منتخب ہونے والی صدر 63 سالہ حلیمہ یعقوب پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں۔ اُن کے والد یعقوب کا تعلق ہندوستان سے تھا اور وہ سنگاپور میں چوکیدار تھے۔ انہوں نے سنگاپور میں ایک ملائی خاتون سے شادی کی۔ 23/اگست 1954 کو حلیمہ کی ولادت ہوئی۔ جب حلیمہ آٹھ سال کی تھیں تو اُن کے والد دُنیا سے چل بسے، مگر حلیمہ نے ہمت نہیں ہاری اور اَپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1978 میں سنگاپور یونی ورسٹی سے قانون میں گریجویشن کیا۔ انہوں نے بعدازاں ایل ایل ایم اورڈاکٹر آف لاز کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ تعلیم کے بعد نیشنل ٹریڈرز یونین کانگرس میں بطور لیگل آفیسر کے کام کیا اور پھر ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے انسٹی ٹیوٹ آف لیبر سٹڈیز کے ڈائریکٹر کے عہدے تک جا پہنچیں۔ حلیمہ یعقوب نے حکومتی جماعت پیپلز اَیکشن پارٹی (PAP) سے بحیثیت رُکن سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ 2001ء میں میں سنگاپور کی پارلیمنٹ کی رُکن منتخب ہوئیں اور 2013ء میں اسمبلی کی تیرہویں سپیکر منتخب کرلی گئیں۔ 2015 میں وہ اپنی جماعت کی ہائی کمان میں شامل ہوگئیں۔ 07/اگست 2017ء کو حلیمہ نے پارلیمان کی رکنیت اور سپیکرشپ سے استعفیٰ دے دیا۔ اب حلیمہ کی نگاہیں سنگاپور کی صدارت پر لگی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ملک کے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کردیا۔

سنگاپور میں اکثریت چینی نسل والوں کی ہے اور ہمیشہ وزیراعظم کا انتخاب بھی اُنھی میں سے ہوتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ایک آئینی ترمیم کے تحت ملائی اقلیت میں سے صدر بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ سنگاپور کے آئین کے تحت صدارتی امیدوار کی کمپنی کے حصص کی کم از کم مالیت 37 لاکھ ڈالر ہونی چاہیے۔ اگرچہ حلیمہ یعقوب اتنی امیر کمپنی کی مالک نہیں تھیں، لیکن اُن کی قسمت نے اُن کا ساتھ دیا اور ملکی آئین کے مطابق سپیکر پارلیمنٹ ہونے کی حیثیت سے اُنہیں اُس اصول سے استثنیٰ حاصل ہوگیا۔ ملائی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والی حلیمہ کے مقابلے میں 4 اُمیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ تاہم دو اُمیدوار صالح میریکان اور پاکستانی نژاد فرید خان کو اِلیکشن کمیشن نے اس لیے نااہل قرار دے دیا کہ وہ ''چھوٹی کمپنیوں'' کے مالک تھے۔ جب کہ دیگر دو اُمیدواروں اِس لیے نااہل پائے کہ وہ ملائی نسل سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ یوں حلیمہ یعقوب مطلوبہ اہلیت کی حامل صدارتی انتخابات کی واحد اُمیدوار رہ گئیں۔ جس پر 13/ستمبر کو اِلیکشن کمیشن نے حکمران جماعت پیپلز ایکشن پارٹی کی رہنما حلیمہ یعقوب کو صدارتی انتخابات میں بلامقابلہ فاتح قرار دے دیا اور اس طرح اُنہیں سنگاپور کی آٹھویں، مگر پہلی

☆ مرکزی ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

باحجاب مسلم خاتون صدر بننے کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔ سنگاپور میں پچھلے پچاس سالوں میں پہلی مرتبہ کوئی مالائی نژاد ملک کی صدر بنی ہے۔

یادرہے کہ سنگاپور کے منصبِ صدارت پر پہلے مسلمان مرد یوسف اسحاق 1965 براجمان ہوئے تھے۔ جن کی تصویر ملک کے نوٹوں شائع ہوتی ہے۔ میڈیا میں حلیمہ یعقوب کو سنگاپور کی پہلی منتخب مسلمان صدر لکھا جارہا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ پہلے مسلمان صدر یوسف اسحاق ہی تھے۔ جبکہ حلیمہ یعقوب ملک کی دوسری مسلمان صدر ہیں، مگر وہ اِس منصب پر پہلی مسلمان خاتون صدر ہونے کا منفرد اِعزاز ضرور رکھتی ہیں۔ صدر منتخب ہونے کے بعد اپنے پہلے خطاب میں حلیمہ یعقوب نے سنگاپور کے عوام کی حمایت، نیک خواہشات کے اظہار اور حمایت کرنے کیلئے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ''وہ سنگاپور کے ہر آدمی کی صدر ہیں، وہ محنت سے کام کریں گی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں گی۔'' سنگاپور کے صدر کا عہدہ رسمی ہوتا ہے، کیونکہ آئین کے مطابق صدر کو زیادہ اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ اختیارات کی حقیقی قوت وزیرِ اعظم کے پاس ہوتی ہے۔ سنگاپور میں عشروں سے ایک ہی جماعت پیپلز ایکشن پارٹی کی حکومت ہے جو گزشتہ 51 برسوں سے بلاشرکتِ غیرے پارلیمانی سطح پر واضح اکثریت کی حامل رہی ہے۔ جب کہ میڈیا پر حکومتی کنٹرول ہے اور محدود سیاسی آزادی میسر ہے۔

مسلمان سنگاپور کی آبادی کا چودہ فی صد ہیں۔ انہیں نومنتخب مسلمان صدر کے ساتھ زیادہ توقعات وابستہ نہیں ہیں۔ پیپلز ایکشن پارٹی کے ذرائع کے مطابق حلیمہ یعقوب ''اسلامی انتہاپسندی'' بالخصوص داعش کے خلاف مضبوط نظریات اور موقف رکھتی ہیں۔ سنگاپور میں مسلمان امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ سنگاپور کے قانون کے تحت سکولوں میں مسلمان طالبات کے لیے سر پر سکارف باندھنا ممنوع ہے۔ جبکہ سکھ طلباء کے لیے پگڑی کی اجازت ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں سنگاپور کے بانی رہنما آنجہانی لی کوآن یو نے یہ متنازع بیان دیا تھا کہ مسلمانوں کی پارسائی معاشرے میں اُن کے مکمل انضمام کی راہ میں حائل ہے۔ مسٹر لی نے اپنی کتاب ''ہارڈ ٹُرتھ ٹو کیپ سنگاپور گوانگ'' میں لکھا ہے کہ: ''اسلام کا اثر بڑھنے سے پہلے تک ہم بہت اچھی طرح ترقی کر رہے تھے۔ دیگر کمیونٹیز مسلمانوں کے مقابلے میں معاشرے میں بہت آسانی سے ضم ہو رہی ہیں۔ آج اسلام کے علاوہ ہم تمام مذاہب اور نسلوں کو اپنے معاشرے کا حصہ بنا سکتے ہیں۔ سماجی لحاظ سے مسلمان کوئی مسئلہ تو کھڑا نہیں کرتے، لیکن وہ بہت مختلف اور علیحدہ ہیں۔'' مسٹر لی کے اِن ریمارکس پر سنگاپور میں ایسوسی ایشن آف مسلمز نے اپنے ایک بیان میں افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے مسلم کمیونٹی کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔''

1965 میں آزاد ہونے والا، کراچی کے ایک ضلع کے برابر رقبہ پر مشتمل سنگا پور، اَپنے بانی لی کو آن یو کی دُور رَس اصلاحات کے نتیجے میں صرف تیس سال میں دنیا کا نواں امیر ترین ملک بنا۔ 56 لاکھ آبادی پر مشتمل یہ جزیرہ جو کبھی کیچڑ کا دَریا کہلاتا تھا، اب اُس کا شمار دُنیا کے مہنگے ترین شہر میں ہوتا ہے۔ جس کی برآمدات 513 اَرب ڈالر سالانہ اور فی کس آمدنی 90 ہزار ڈالر سالانہ ہے۔ جبکہ ہمارے لٹیرے حکمرانوں کی بدولت ایٹمی قوت پاکستان کی سالانہ برآمدات صرف 23 اَرب ڈالر اور فی کس آمدنی 1512 ڈالر سالانہ ہے۔ حلیمہ یعقوب کے شوہر محمد عبداللہ الحبشی یمنی نژاد ہیں اور اُن کے 5 بچے ہیں، یہ خاندان سنگا پور کے علاقے یشون میں آٹھ کمروں کے فلیٹ میں رہتا ہے۔ حلیمہ نے صدر بننے کے بعد صدارتی محل میں رہنے کی بجائے اِسی فلیٹ میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اُن کا یہ فیصلہ ہمارے حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ پاکستان کے وزیراعظم ہاؤس کا یومیہ خرچہ 2 لاکھ 30 ہزار روپے سے تجاوز کر چکا ہے۔ اس طرح اوسطاً سالانہ 8 کروڑ 42 لاکھ روپے وزیراعظم ہاؤس پر خرچ ہو رہے ہیں۔ گزشتہ دور میں سرکاری خزانے سے اِسی وزیراعظم ہاؤس میں گھوڑوں کو مُربّے بھی کھلائے جاتے رہے ہیں۔ ایک چوکیدار کی بیٹی صدارت تک پہنچ کر اَپنی اوقات نہیں بھولتی، لیکن ہمارے حکمران مسندِ اقتدار کو اَپنا پیدائشی حق تصور کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ رعایا اُن کی غلام ہے اور وہ اپنی زندگی کا خراج دے کر، اُن کے لیے تعیّشات فراہم کرتی رہے گی۔

found.

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جماعتِ صحابہؓ......... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلامِ الٰہی اور عمل منتہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر ونظر اور شعور واحساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔ نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہؓ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشادِ نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کاملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسینؓ....... ! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرا ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنھوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.......

''یا اللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام ومرتبہ اور اجلال واکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز ومحور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت، منافقین عجم کے سازشی فکر وفلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح

عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جوان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہوکر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہوکر انتقام پر اتر آئے تھے۔ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہوجانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دونمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ ''حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مر گیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔چنانچہ جب سیدنا حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؓ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہوجائے گی اور مفاہمت ہوجائے گی۔چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں کچھ یوں مرقوم ومرتسم ہیں:

''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو۔یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم

زادہے۔ پھروہ میرے متعلق خوداپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردوتو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جونفع اورآرام وہاں کےلوگوں کوحاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔اور جونقصان اورتکلیف وہاں کےلوگوں کوہوگی، وہی مجھےبھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۱۷)

یہی وہ تین شرائط ہیں جواہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔اصل مجرموں کی شناخت کے لیےبھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے،کہانی اورافسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اورحقائق کھل کر،ابھرکراورنکھر کرسامنے آجاتے ہیں۔

جولوگ آج آلِ رسول اوراہل بیت رسول علیہم السلام کی محبتوں کاواسطہ دے کرحق و باطل کے خانہ سازمعرکے اٹھارہے ہیں اورفرقہ واریت کوہوادے رہے ہیں۔ان کی ساری خرمستیاں' سبائی دولت،اشتری حیلوں،حکیمی تجبر اورمختاری چالوں کا مظہرکامل ہیں۔یہودومجوس کی ساری تگ ودواس نکتہ پرمرتکز ہے کہ تاریخ،ادب،سیاسیات،سماجیات اوراعتقادات کے ہرہرگوشے میں شرک اورنفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کردیئے جائیں۔میدان جنگ میں عبرتناک شکست اورذلت آمیزموت سے پے درپے دوچارہونے والے اعداءِرسول واعداءِاصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھاجوپوری قوت سے مسلسل آزمایا گیااورآزمانے والےوہی تھے کہ فتنہ وسازش اورشرک ونفاق جن کی فطرت وطینت،ضمیرو خمیر،سرشت وخصال اورفکرونہاد کے اجزاءترکیبی ہیں۔جس کادردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمانؓ کی صورت میں ہوچکا تھا۔

''بندگی بوتراب'' کانعرہ سرزمین عجم کواسی لیے راس اورخوش آیا کہ یہاں صنم پرستی،شاہ پرستی،اورشخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہوچکی تھی۔جہاں بندگیٔ طاقت ودولت آئین ہائے کہنہ ونو کےمتن واحدکادرجہ رکھتی تھی،ایسی رت میں،ایسے ماحول میں اورایسے موسم میں خبیثانِ عجم،یہودومجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اورامت محمدیہ کی ابدی شوکت وسطوت کومجروح ومسخ کرنے کے لئے آلِ رسول علیہم الرضوان کوظلم وستم کا نشانہ بنایا گیااورکربلامقتل گاہِ آلِ رسول بنادی گئی۔سبطِ رسول شہید کردیئے گئے اورانہی کے نام پرایک نیادین گھڑا گیا ،ایک نیادھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سوسال سے اسلام کے صدراوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کاانتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہؓ اوراسوۂ وآثاراصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیرقلعہ کی فصیلیں ہوگئی ہیں۔جب تک دنیاقائم ہۓ سیدنا حسینؓ کانام گونجتارہے گااوراسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کانام بھی تاابدتابندہ رہے گا۔

حادثۂ کربلاکاتعلق عقائدسےنہیں تاریخ سے ہے۔عقیدہ کی بنیادقرآن وسنت ہے۔بعض لوگوں نے تاریخ کی بنیادپرعقیدہ گھڑلیاہے۔جویقیناً جہالت اورگمراہی ہے۔تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدناحسین رضی اللہ عنہ نے نہ تواپنی بیعت کامطالبہ کیااورنہ ہی یزید کی خلافت کوکہیں غلط کہا۔مدینہ،مکہ اورکربلاتک کسی ایک مقام پرآپ کے کسی خطبے میں یزید

کے خلاف کوئی چارج شیٹ نہیں۔کوفہ کے سبائی منافقوں کے خطوط کی بنیاد پر آپ نے اصلاحِ احوال کے لیے سفر کا آغاز کیا۔آپ کو سفر کوفہ سے روکنے والوں میں عبداللہ بن عباس (چچا) عبداللہ بن جعفر طیار (تایا زاد اور یزید کے سسر) عبداللہ بن عمر (بھانجا)، محمد بن علی حنفیہ (بھائی) عبداللہ بن زبیر جیسے آپ کے قریبی رشتہ دار اور عظیم لوگ تھے لیکن آپ نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ فرمائی۔ابن زیاد اور شمر سیدنا حسین کے قتل میں براہِ راست ملوث و مجرم ہیں۔شہادتِ حسینؓ کے بعد سیدنا زین العابدین اور سیدہ سکینہ، یزید کے گھر رہے۔یزید نے قسم کھا کر قتل حسینؓ سے برأت کا بیان دیا اور سیدنا زین العابدین نے یزید کا بیان صفائی قبول کیا۔یہاں تک کہ یزید نے انہیں ہدایہ اور مال اسباب دے کر محافظوں کے ساتھ اُن کی خواہش کے مطابق مدینہ منورہ روانہ کیا۔سیدنا زین العابدین ۹۵ھ تک حیات رہے۔انہوں نے یزید کی وفات کے بعد بھی ۳۵ سال تک اس کے خلاف ایک جملہ نہیں فرمایا۔تب تو وہ کسی جبر کا شکار نہیں تھے۔جبکہ ابن زیاد اور شمر بھی قتل ہو چکے تھے۔سیدنا زین العابدین حادثۂ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور اُن کی کوئی گواہی یزید کے خلاف نہیں۔جبکہ مذکورہ بالا حضرات یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

سانحہ کربلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔اس سانحۂ عظیم اور حادثۂ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات اور اسباب وعوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچاننا ضروری ہے۔اس سازش کا مرکزی کردار یہودی النسل عبداللہ ابن سباء منافق تھا۔اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر قتل کیا گیا۔اسی کی سبائی تحریک کے افراد نے سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص پر رمضان ۴۰ھ میں بیک وقت فجر کی نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا۔سیدنا علی شہید ہوئے۔سیدنا معاویہ زخمی ہوئے اور عمرو بن عاص بچ گئے کہ اس روز وہ مسجد میں تشریف نہ لائے۔اُن کی جگہ خارجہ بن حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ''میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، کوفی دھوکہ بازوں، منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔انہوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاحِ احوال کے لیے فرمایا۔سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔یوں کربلا کا سفر، سفر قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔کربلا میں آپ نے فرمایا: ''میں اصلاحِ احوال کے لیے آیا ہوں'' پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔اس ظلم میں ملوث سازشی ناقابل معافی ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا زین العابدینؒ کا مؤقف برحق ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ

آپؓ کا اسم گرامی ''عمر''، لقب ''فاروق'' اور کنیت ''ابوحفص'' ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک نویں پشت پر سیدنا محمد ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی اور آپؓ ستائیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اس لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور اپنی جگہ سے چند قدم آگے چل کر آپ کو گلے لگایا اور آپؓ کے سینہ مبارک پر دست نبوت پھیر کر دعا دی کہ: اللہ ان کے سینہ سے کینہ وعداوت کو نکال کر ایمان سے بھر دے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر مبارک باد دینے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کی شوکت وسطوت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور مسلمانوں نے بیت اللہ شریف میں اعلانیہ نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ آپؓ وہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اعلانیہ اسلام قبول کیا اور اعلانیہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے موقع پر طواف کعبہ کیا اور کفار مکہ کو للکار کر کہا کہ میں ہجرت کرنے لگا ہوں یہ مت سوچنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا ہے، جسے اپنے بچے یتیم اور بیوی بیوہ کروانی ہو وہ آ کر مجھے روک لے، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کے آپؓ کے مقابل آتا۔

ہجرت کے بعد سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رہے۔ غزوۂ بدر میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ غزوۂ احد میں انتشار کے باوجود اپنا مورچہ نہیں چھوڑا۔ غزوۂ خندق میں خندق کے ایک طرف کی حفاظت آپؓ کے سپرد تھی بعد ازاں بطور یادگار یہاں آپؓ کے نام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ غزوۂ بنی مصطلق میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کافر جاسوس کو گرفتار کر کے دشمن کے تمام حالات دریافت کر کے اسے قتل کر دیا، جس کے باعث کفار پر دہشت طاری ہو گئی۔ غزوۂ حدیبیہ میں آپؓ، مغلوبانہ صلح پر راضی نہ ہوتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے سرِ تسلیم خم کیا اور جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو یہ سورت سنائی کیونکہ اس میں بڑی خوش خبری اور فضیلت انہی کے لیے ہے۔ غزوۂ خیبر میں رات پہرے کے دوران ایک یہودی کو گرفتار کیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس سے حاصل شدہ معلومات ہی فتح خیبر کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئیں۔ غزوۂ حنین میں مہاجرین صحابہؓ کی سرداری امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو مرحمت کی گئی۔ فتح مکہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کعبہ میں عمرہ یا اعتکاف کی اجازت طلب کی تو نبی علیہ السلام نے اجازت کے ساتھ فرمایا: ''اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: نبی ﷺ کے اس

مبارک جملہ کے عوض اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کفر ونفاق کے مقابلہ میں بہت جلال والے اور کفار ومنافقین سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ایک دفعہ ایک یہودی ومنافق کے مابین حضور انور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا مگر منافق نہ مانا اور آپؓ سے فیصلہ کے لیے کہا۔آپؓ کو جب علم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کے بعد یہ آپؓ سے فیصلہ کروانے آیا ہے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر کے فرمایا: جو میرے نبی ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا میرے لیے اس کا یہی فیصلہ ہے۔کئی مواقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے مشورہ مانگنے پر جو مشورہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیا، قرآن کریم کی آیات مبارکہ اسی کی تائید میں نازل ہوئیں۔ازواج مطہراتؓ کے پردہ، قیدیان بدر، مقام ابراہیم پر نماز، حرمتِ شراب، کسی کے گھر میں داخلہ سے پہلے اجازت، تطہیر سیدہ عائشہؓ جیسے اہم معاملات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے، مشورہ اور سوچ کے موافق قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔علماء وفقہاء کے مطابق تقریباً 27 آیات قرآنیہ ایسی ہیں جو براہ راست فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

جب آپؓ تختِ خلافت اسلامیہ پر متمکن ہوئے تو اعلان فرمادیا کہ: میری جو بات قابل اعتراض ہو مجھے اس پر برسرعام ٹوک دیا جائے۔''امیر المؤمنین'' کا لفظ سب سے پہلے آپؓ ہی کے لیے استعمال ہوا، کیونکہ آپؓ سے پہلے، خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کو ''خلیفۃ الرسول'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔آپؓ اپنی خلافت میں رات کو رعایا کے حالات سے آگاہی کے لیے گشت کیا کرتے تھے۔اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے عبداللہؓ بن عمرؓ کا وظیفہ 3 ہزار مقرر کیا جبکہ حضراتِ حسنؓ و حسینؓ کا 5،5 ہزار اور سیدنا اسامہؓ بن زیدؓ کا 4 ہزار وظیفہ مقرر کیا۔آپؓ نے 17 ہجری میں سیدنا علیؓ وسیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے نکاح فرمایا اور 40 ہزار درہم مہر ادا فرمایا۔

آپؓ نے اپنے حکام کو باریک کپڑا پہننے، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھانے اور دروازے پر دربان رکھنے سے سختی سے منع فرما رکھا تھا۔مختلف اوقات میں اپنے مقرر کردہ حکام کی جانچ پڑتال بھی کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ملک شام تشریف لے گئے اس وقت حاکم شام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے عمدہ لباس پہنا ہوا تھا اور دروازہ پر دربان بھی مقرر کیا ہوا تھا۔سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ یہ سرحدی علاقہ ہے اور یہاں دشمن کے جاسوس بہت ہوتے ہیں اس لیے میں نے ایسا کیا تاکہ دشمنوں پر رعب و دبدبہ رہے، جس پر فاروق اعظمؓ نے سکوت فرمایا۔

اپنے دور خلافت میں مصر، ایران، روم اور شام جیسے بڑے ملک فتح کیے۔1 ہزار 36 شہر مع ان کے مضافات فتح کیے۔مفتوحہ جگہ پر فوراً مسجد تعمیر کی جاتی۔آپ کے زمانہ میں 4 ہزار مساجد عام نمازوں اور 9 سو مساجد نماز جمعہ کے لیے بنیں۔قبلۂ اول بیت المقدس بھی دور فاروقی میں بغیر لڑائی کے فتح ہوا۔حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاروقی حکم سے جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہماری کتابوں کے مطابق فاتح بیت المقدس کا حلیہ

آپ جیسا نہیں لہٰذا آپ اسے فتح نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط میں صورت حال لکھ بھیجی اور پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیت المقدس آمد پر چابیاں آپ کے حوالہ کی گئیں کیوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کا حلیہ مبارک اپنی کتابوں کے مطابق پالیا تھا۔ انہی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے بعد ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا ہے اور لوگ ہر سال ایک خوب رو دوشیزہ کی بھینٹ چڑھاتے ہیں تو دریا میں پانی اتر آتا ہے۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواباً ایک خط تحریر فرما کر روانہ کیا کہ یہ خط دریا کی ریت میں دبا دیا جائے۔ جیسے ہی خط دبایا گیا تو دریائے نیل میں پانی چڑھ آیا بلکہ پہلے سے چھ گنا زیادہ پانی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون یہ تھا کہ اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں اور اگر تو اللہ کی مرضی سے بہتا ہے تو بہتا رہ۔ کئی قرآنی وعدے اور خوش خبریاں آپؓ ہی کے دور خلافت میں پوری ہوئیں۔ فاروقی دور خلافت 22 لاکھ مربع میل کے وسیع رقبہ پر محیط تھی۔ پولیس کا محکمہ بھی آپؓ ہی نے قائم فرمایا۔ کئی علاقوں میں قرآن اور دینی مسائل کی تعلیمات کیلئے سیدنا معاذؓ بن جبل، سیدنا عبادہؓ بن صامت، سیدنا ابیؓ ابن کعب، سیدنا ابوالدرداءؓ، سیدنا سعدؓ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ جیسے اجلّہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مقرر فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ پر اگر تفصیلاً تحریر کیا جائے تو انتہائی وقت و جگہ کی ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس امت کے محدث تھے۔ علاوہ ازیں امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ انتہائی معاملہ فہم، دانشمند، زیرک، ذہین اور دور اندیش و مصلحت بین خلیفہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر کئی ایسے ارشادات فرمائے جو کہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں انہی ارشادات میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے تمام عمال کو یہ فرمان بھیجا ’’میرے لیے تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل بات، نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کر دے گا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے یہاں تک کہ نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ فرمایا کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے اور منہیات سے اجتناب کرے اور اللہ کے ساتھ اپنی نیت درست رکھے۔ فرمایا کہ جو شخص اپنے کو مقام تہمت سے نہ بچائے وہ اپنی بدظنی کرنے والے کو ملامت نہ کرے۔ جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھے گا اس کا کام اسی کے اختیار میں رہے گا۔ ایک بار فرمایا کہ جب کسی عالم کو دیکھو کو دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان و بے مثال عہد خلافت کا ایک نمایاں اور زریں طریقہ کار یہ تھا کہ آپؓ راتوں کو بیدار رہ کر گلی محلوں میں گشت فرمایا کرتے تھے تاکہ اپنی رعایا کے حالات و واقعات اور ضروریات و حاجات و مشکلات وغیرہ سے باخبر رہ سکیں۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے گشت کے دوران کئی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپؓ کی اعلیٰ ظرفی، حکمت و بصیرت اور دانائی و دور اندیشی سمیت آپؓ کے طرز حکمرانی و خلافت کی بے ساختہ داد

دینی پڑتی ہے۔ انہی گشت کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کے وقت دوران گشت ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو کہ اپنے خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے علیک سلیک کے بعد گفتگو شروع فرمائی کہ دفعتاً خیمہ کے اندر سے کسی کے رونے کی آواز آئی تو آپؓ کے دریافت کرنے پر اس اعرابی نے بتایا کہ میری بیوی کے درد زہ ہے۔ یہ سنتے ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے اور اپنی اہلیہ سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کو لے کر اس اعرابی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اجازت لے کر اہلیہ کو خیمہ میں بھیج دیا۔ اور خود اعرابی سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ اچانک خیمہ سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا کہ امیر المؤمنین! اپنے دوست کو لڑکے کی ولادت کی خوشخبری دیں۔ اس اعرابی نے جو ''امیر المؤمنین'' کا لفظ سنا تو کانپ گیا اور جلدی سے با ادب ہو گیا اور معذرت کرنے لگا تو آپؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، صبح کو میرے پاس آنا اور پھر آپؓ نے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر فرما کر اسے کچھ مرحمت فرمایا۔ اسی طرح رات کو ایک گھر کے پاس سے گزرے تو اندر سے چند بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں تو وہاں موجود خاتون سے استفسار پر معلوم ہوا کہ بچے بھوکے ہیں اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، جبکہ خاتون نے خالی دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا رکھی ہے کہ بچے اسی طرح کھانا پکنے کا انتظار کرتے کرتے سو جائیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ یہ سن کر بہت آزردہ و رنجیدہ ہو کر رونے لگے اور الٹے پیروں بیت المال میں آ کر وہاں سے کچھ آٹا، چربی، چھوہارے، کپڑے اور کچھ نقدی لی اور اپنے غلام اسلم سے فرمایا کہ یہ سب میرے پیٹھ پر لا دے۔ اسلم کہنے لگے کہ امیر المؤمنین میں لے چلوں گا مگر نہ مانے کہ روز قیامت تو پوچھ مجھ سے ہی ہونی ہے۔ الغرض سیدنا عمرؓ نے سب سامان اپنی پیٹھ پر لادا اور اس خاتون کے گھر جا پہنچے اور خود ہی دیگچی میں اشیاء خورد ڈال کر پکایا کہ آگ کا دھواں آپؓ کی ریش مبارک میں بھر گیا۔ کھانا تیار کر کے بچوں کو اپنے سامنے کھلوا کر کچھ دیر مزید وہیں رکے رہے کہ بچوں کو بھوک سے روتے دیکھا تو اب بھرے پیٹ کے ساتھ کھیلتے بھی دیکھ لیں۔

الغرض آپؓ کا دور خلافت بہت مبارک اور اشاعت واظہار اسلام کا باعث تھا۔ غرضیکہ خلافت راشدہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو ایک نمایاں وممتاز مقام حاصل ہے۔ 27 ذی الحجہ بروز بدھ ایرانی مجوسی غلام ابو لؤلؤ فیروز نے نماز فجر ادائیگی کے دوران سیدنا عمر رضی، اللہ عنہ کو خنجر مار کر شدید زخمی کر دیا۔ اور یکم محرم الحرام بروز اتوار اسلام کا یہ بطل جلیل، نبی ﷺ کی دعاء، اسلامی خلافت کا تاج دار، 63 سال کی عمر میں شہادت جیسے عظیم مرتبے پر فائز ہوا۔ آپؓ کی نماز جنازہ سیدنا صہیب رومیؓ نے پڑھائی۔ روضہ نبوی میں نبی مکرم ﷺ اور خلیفۂ بلافصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبروں کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنائی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ پاک اِس عظیم المرتبت شخصیت کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

مرادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، دامادِ علیؓ......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

انتظار احمد اسد

جن کے آنے سے مکہ میں اسلام کو ترقی ہوئی، جو گلیوں میں راتوں کو رعایا کی خبر گیری کے لیے پہرا دیا کرتے تھے، جن کے عقد میں حضرت علیؓ کی بیٹی تھی، جن کے ارادوں نے قرآن کا روپ دھارا، جن کی منشا خدا کی منشا ٹھہری، شوکت اسلام، ترقی اسلام، خوشحالی مسلم، انصاف وعدل کے پھریرے، جرأت وبہادری کا باب جن سے منسوب تھا، وہ جو خلیفہ عدل وحریت ٹھہرے، جن کے بارے میں انگریز کو خطرہ تھا کہ اگر ایک اور پیدا ہو جاتا تو ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوتا جس کا نظام حکومت آج بھی یورپ میں رائج ہے، جس نے فقر میں بادشاہی کی، جس کو سر منبر دوران خطاب ٹوک دیا جاتا اور اس کا احتساب کیا جاتا، جس نے نبوت کے اہم پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا، وہ جس کے بیٹے کو شہزادہ رسولؐ حضرت امام حسینؓ نے کہا تم ہمارے غلام ہو تو اس نے حضرت حسینؓ سے یہ لکھوا کر وصیت کی کہ میری نجات کے لیے یہی کافی ہوگا۔ جو کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دلی کی عظیم مثال تھے، جن کے دورہ حکومت میں روم وفارس اسلامی علمبرداری میں آگئے تھے لیکن وہ خود پیوند لگے کپڑے پہنتے اور غلام کو گھوڑے پر سوار کر کے خود پیدل چلتے تھے۔

وہ جو بدری بھی تھے اور میدان احد سمیت تمام معرکوں میں نبی ﷺ کے دست راست رہے۔ جن کے آنے سے اسلام مہک اٹھا، جو نبیؐ کی دشمنی لیکر آیا لیکن خود غلام رسولؐ بن گیا، جس کے لیے غلاف کعبہ پکڑ کر نبیؐ نے دعائیں مانگیں، جو اعلیٰ حسب ونسب کا مالک ہونے کے باوجود کہا کرتا تھا کہ عمر تجھ کو تو اسلام سے قبل اونٹ چرانے نہیں آتے تھے آج تو مسلمانوں کا خلیفہ ہے، وہ جو کھجور کے درخت کے نیچے خلافت کے دنوں میں سر ریگستان سو جایا کرتا تھا۔ وہ محبّ رسول ﷺ، محبّ اہل بیتؓ، محبّ صحابہؓ اور محبّ امت تھا، وہ جس کے خون سے اسلامی سال کے پہلے مہینہ محرم کی ابتداء ہوتی ہے، جی ہاں یہ شخصیت یہ ہستی یہ جری، بہادر، بے مثل وبے مثال صحابی رسولؐ حضرت عمر فاروقؓ تھے جن کو نماز فجر کی امامت کے دوران مصلّیٰ نبویؐ پر ابولولو فیروز مجوسی نے شہید کر دیا تھا۔

حضرت عمرؓ قوی ہیکل، بلند قامت، بے باک، 26 سالہ نوجوان تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے کا بظاہر سبب تو بہن تھی جس نے ظلم وتشدد برداشت کرنے کے باوجود اسلام کو سینے سے لگا کر رکھا لیکن اصل حقائق تو یہ تھے کہ آمنہؓ کے در یتیمؐ نے رات کو غلاف کعبہ پکڑ کر اس کو خدا سے مانگا تھا اسی لیے آپؓ کو مراد رسولؐ بھی کہا جاتا ہے۔

حضور ﷺ اس روز دارارقم میں جانثاروں کے ہمراہ موجود تھے کہ ایک غلام نے کواڑ سے دیکھا کہ ننگی تلوار لیے عمر خراماں خراماں در رسولؐ کی طرف آرہے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے دروازہ کھولنے کا کہا؛ صحابہؓ کی پریشانی دیدنی تھی حضرت حمزہؓ نے کہا کہ اگر دربار مصطفویؐ میں کوئی گستاخی کی تو اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم ہوگا۔ لیکن رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا

''دروازہ کھول دو! اللہ تعالیٰ نے اگر اس کی بھلائی کا ارداہ فرمایا ہے تو اس کو ہدایت دے گا'' دروازہ کھولا گیا دو آدمیوں نے عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا کہ میرے آقا ﷺ اٹھے اور عمر کی چادر کو پکڑ کر زور کا جھٹکا دے کر فرمایا ''اے عمر اسلام قبول کر لے، اے اللہ! اس کو ہدایت کے نور سے روشن کر دے، اے اللہ! عمر ابن خطاب کو ہدایت عطا فرما، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخش دے اور اس کو ایمان سے تبدیل کر دے''۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بعد میں بارگاہ مصطفویؐ میں یوں گویا ہوا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں'' پس پھر کیا تھا مکہ کے در و دیوار جھومنے لگے چاروں طرف سے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے فضائیں اس نعرہ سے گونج اٹھیں کہ آج خطاب کا بیٹا بھی محمد ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہے اب چھپ کر عبادت کرنے کا دھیان قصہ پارینہ ہو گیا، کفر کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی وہ دن اور پھر عمر کی زندگی کا آخری دن غلام کی غلامی ایک مثال بن گئی۔

حضرت عمرؓ اسلام قبول کرنے کے بعد جب تک مکہ میں رہے ابوجہل اینڈ کمپنی ان سے خائف رہی اور جب ہجرت کرنے لگے تو اعلانیہ ہجرت کی۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب آپؓ کے رائے کی نسبت حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو مقدم سمجھا گیا تو قرآن نے حضرت عمرؓ کی رائے کو صائب جانا۔ آپؓ مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین میں یکساں مقبول تھے خانوادہ حضرت علیؓ سے آپؓ کی الفت و محبت بے مثال تھی۔ حضرت علیؓ کی ایک صاحبزادی ام کلثوم آپ کے نکاح میں تھی اسی لیے آپؓ کو داماد علیؓ بھی کہتے ہیں۔ تاریخ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عرب میں ایسا مستحکم اور انصاف پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جس میں امیر و غریب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔ آپ کے زمانے کے گورنر علاقے کے سب سے مالی طور پر غیر مستحکم لوگ ہوا کرتے تھے۔ تقویٰ اور اسلام کے پیروکاروں کو آپؓ نے گورنر مقرر کیا جو زمین پر سوتے، موٹا کپڑا پہنتے ان کا سامان ایک تھیلے سے بھی کم ہوتا تھا۔ آپؓ کے بارے میں نبیؐ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان جب کسی راستے سے عمر کو دیکھتا ہے تو وہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے''۔

جب کفار کو للکار کر سب سے پہلے محمد عربی ﷺ کی معیت میں کعبہ میں نماز ادا کی گئی تو کفار تلملا اٹھے، اسی دن نبی ﷺ نے آپؓ کو فاروق کا لقب دیا۔ نبیؐ نے آپؓ کو اسلام کا مضبوط دروازہ قرار دیا تھا۔ یہ عمر ہی تھے جن کے بارے میں نبی برحق ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا لیکن مجھ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور میں خاتم النبین ہوں''۔ ایک دفعہ نبی ﷺ نے انہیں جنت کا چراغ بھی قرار دیا۔ جب دریائے نیل خشک ہوا تو کاغذ کے پرزے پر مبنی رقعہ پھینکتے ہی دریا میں ایسی روانی آئی جو آج تک اپنی پوری آب و تاب سے جاری ہے۔ مدینہ میں زلزلہ آیا تو عمرؓ نے زمین پر کوڑا مارا اور کہا کہ اے زمین! کیا عمر نے تجھ پر انصاف نہیں کیا وہ دن اور آج کا دن مدینہ میں کبھی زلزلہ نہیں آیا۔ جی ہاں یہ وہی عمر تھے جن کی حکومت، عدالت، سیاست کو دیکھ کر علیؓ نے انھیں مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا تھا اور لشکر عمر کو دیکھ کر حیدر کرارؓ نے انھیں جند اللہ کا قلب دیا تھا۔

قرآن مجید میں آیات (واتخذو من مقام ابراھیم مصلیٰ ،ان الله ھو مولہ ، ھذا بھتان عظیم ،اور من یھدہ الله فلا مضل لہ) انھیں کی رائے پر نازل ہوئیں۔عمر وہی تھے جن کے حسن تدبر سے عدالتیں قائم ہوئیں ،جن کی سیاسی قابلیت سے فوجی دفتر اور والنٹیر وں کی تنخواہیں مقرر ہوئی ،جن کے مشورہ سے دفتر مال بنایا گیا ،مردم شماری ،زمین کی پیمائش ،مفلوک الحال مسلمانوں ہی نہیں یہودی اور عیسائیوں کے روزینے ،مکہ اور مدینہ میں مسافروں کے لیے چوکیاں اور سرائے ،رعب حکومت اور شوکت اسلام کے لیے چھاؤنیاں ،تحفظ قرآن کی غرض سے نماز تراویح کا اہتمام عمرؓ کے ایسے کارنامے ہیں جن کی رہتی دنیا تک کوئی نظیر نہیں۔

عمرؓ وہ تھے جنہوں نے حاکمین اور گورنروں کے لیے ضروری قرار دیا کہ وہ سورۃ البقرۃ ،سورۃ النساء ،سورۃ المائدہ ،سورۃ الحج اور سورۃ النور کو زبانی یاد کریں تاکہ انھیں احکام خداوندی کا صحیح ادراک ہو سکے۔ یہی عمرؓ تھے جن کی برکت سے قادیہ ،جلولہ ،جلوان ،تکریت ،خوزستان ،ایران ،اصفہان ،طبرستان ،آذر بائیجان ،آرمینیا ،فارس ،سیستان ،مکران خراسان ،اردن ،حمص ،یرموک ،بیت المقدس ،اسکندریہ اور طرابلس فتح ہوئے۔ جی ہاں ان کی حکومت میں ہی شہزادی شہر بانو سے شہزادہ رسولؐ حضرت امام حسینؓ کا نکاح ہوا ،جن کے دروازے پر سیدنا علیؓ سیدنا حسینؓ کو لے کر شادی کے لیے تشریف لائے جنھوں نے اپنے بیٹے کو حسینؓ پر ترجیح دینے سے انکار کر دیا اور اس کے اردائے کہ شہر بانو سے نکاح کرے کو ناکام کر کے عترت رسولؐ کی قدر کی۔اس عقد نکاح کو جسے حضرت عمرؓ نے کیا تھا امام حسینؓ نے آخر وقت تک نبھایا۔

حضرت عمرؓ وہی تھے جن کے دور حکومت میں چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئی ،جن کے دور خلافت میں فقہ کی تکمیل و ترقی ہوئی ،جن کی مجلس شوریٰ کے رکن حیدر کرارؓ جیسے جری صحابہ کرامؓ تھے ،جس نے حرم کعبہ کو آبادی سے ممتاز کیا ،جس نے کعبۃ اللہ کے غلاف کو قیمتی غلاف میں بدلا ،جس نے پیاسوں کے لیے نہر موسیٰ کھدوائی ۔جی عمرؓ وہی تو ہیں جن کے متعلق تفسیر فہمی میں ''غلب المسلمون فارس فی امارۃ عمر'' کے کلیہ کو تسلیم کیا گیا جن کی جلال بھری نظروں سے والیان تاج مرعوب رہتے ،جو مال غنیمت میں سے کبھی زائد حصہ نہ لیتے تھے۔

عمرؓ وہ کہ حجر اسود سے یوں مخاطب ہیں کہ '' تجھے ہم نافع اور ضار نہیں سمجھتے تیرا بوسہ اس لیے لیتے ہیں کہ میرے محبوبؐ نے تیرا بوسہ لیا تھا'' ،جن کے متعلق یہ مشہور تھا کہ عیسائی عالم ان کی شکل سے ان کو پہچان لیتے ۔جن کو حضور ﷺ کی زندگی ہی میں جنت کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ یہ وہی باکمال شخصیت ہے جو کسی وقت منبر پر احکام خداوندی سنا رہا ہوتا ہے تو کسی وقت مشکیزہ کاندھوں پر رکھے محتاجوں ،بے کسوں اور بیواؤں کے پانی کا انتظام کر رہا ہوتا ہے۔وہ جو باطنی اقتدار کے مقابلہ میں ظاہری وجاہت کو ہیچ سمجھتا تھا۔جس کی ہم نوائی اور تصدیق صاحب نبوت ﷺ نے سکوت فرما کر تو اہل بیتؓ نے عملی طور پر فرمائی جو غیرت وحمیت کا ایک لاوا تھا کہ جس کے نام سے کفر پر آج بھی لرزہ طاری ہے۔

جی ہاں یہی مراد رسولؐ ، داماد علیؓ یکم محرم کو شہید ہوا
اسلامی سال کی ابتداء خون عمرؓ و حسینؓ سے ہوتی ہے

اوّلیات خلیفۂ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

خلیفہ راشد، خلیفہ ثانی، مزاج شناس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شہید مصلائے رسول، محسنِ بتول، مرادِ پیغمبر، فاتح عرب وعجم، عزتِ اسلام، خسر نبی علیہ السلام دامادِ علی رضی اللہ عنہ، مدفونِ روضہ رسول، محدثِ امت، سالارِ اعظم، شاہ سوارِ عدالت سیدنا ومولانا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دس سال چار ماہ مثالی دورِ خلافت کی خصوصیات واولیات ہدیہ قارئین ہیں جن میں اکثر کتاب الاوائل لابی ہلال العسکری اور تاریخ طبری میں یکجا مذکور ہیں باقی مختلف مقامات سے نقل کی گئی ہیں۔

(۱) مستقل بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔ (۲) عدالتیں قائم کیں اور ان میں قاضی مقرر کیے۔ (۳) اذان کا سلسلہ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے اور مشورہ سے قائم ہوا۔ (۴) مسلمانِ عالم کی اپنی تاریخ اور اپنا سنہ قائم کیا جو آج تک جاری ہے اور اس کا آغاز ہجرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ (۵) سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ (۶) فوجی دفاتر کا قیام آپ ہی کا رَہینِ احسان ہے۔ (۷) رضاکاروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (۸) دفتر مال کا قیام آپ ہی کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ (۹) زمینوں کی پیمائش آپ نے جاری کی۔ (۱۰) مردم شماری کا نظام۔ (۱۱) زراعت کے فروغ کے لیے نہریں کھدوائیں۔ (۱۲) نئے شہروں کو آباد کرایا مثلاً کوفہ، بصرہ، جیزہ، فسطاط اور موصل وغیرہ۔ (۱۳) مقبوضہ ممالک کی صوبوں میں تقسیم۔ (۱۴) دہ عشورہ یعنی دہ یکی مقرر کی۔ (۱۵) دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا اور محصل مقرر کیے۔ (۱۶) حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ (۱۷) جرائم کے خاتمے کے لیے جیل خانے مقرر کیے۔ (۱۸) عام تعزیری سزاؤں میں دُرّہ کا استعمال کیا۔ (۱۹) راتوں کو گشت کر کے رعایا کی خبر گیری اور حالات دریافت کرنے کا طریقہ نکالا۔ (۲۰) پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ (۲۱) مختلف ضروری مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ (۲۲) گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مجلس کی تمیز قائم کی جو اس وقت عرب میں نہ تھی۔ (۲۳) پرچہ نویسی مقرر کیے اور اس کا مکمل نظام بنایا۔ (۲۴) مسافروں کے آرام وراحت کے لیے مکانات بنوائے۔ (۲۵) لقطہ (راہ میں پڑے ہوئے بچوں کے لیے) پرورش و پرداخت کے واسطے روز ینے مقرر کیے۔ (۲۶) مختلف شہروں میں مستقل مہمان خانے تعمیر کرائے۔ (۲۷) سب سے پہلے آپ نے ہی یہ اصول طے کیا کہ اہلِ عرب میں کوئی غلام نہیں ہوسکتا۔ (۲۸) نادار غیر مسلموں (یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے) کے روز ینے مقرر کیے۔ (۲۹) مکاتب قائم کیے۔ (۳۰) معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کیے۔ (۳۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بار بار اصرار کر کے قرآنِ پاک کو ترتیبِ تلاوت پر مرتب کرایا اور شریک غالب کے طور پر اس عظیم خدمت میں برابر کے معاون رہے۔ (۳۲) قانون میں

قیاس کا اصول قائم کیا۔ (۳۳) فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔ (۳۴) فجر کی اذان میں ہی ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنے کی تاکید فرمائی چنانچہ مؤطا امام مالک بھی اس کی تفصیل مذکور ہے اسی طرح ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ یہ کلمات خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں آپ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان میں یہ کلمات دو دفعہ کہنے کی تلقین فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے اذان میں لازم کرنا صرف یہ بتانے کے لیے تھا کہ اذان کے بعد کسی کو نماز کے لیے دوبارہ یہ کلمات کہنا مکروہ ہے جو کہنا تھا کہا جا چکا بعض لوگ اذان کے بعد بھی لوگوں کو نماز کے لیے جگاتے رہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ یہ بات اذان میں ہی کہی جائے بعد میں کسی کلمہ سے کسی کو نماز کی طرف لانا مکروہ ہے یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کلمات کے موجد تھے)۔ (۳۵) نماز تراویح پورا مہینہ جماعت سے قائم کی۔ (۳۶) شراب کی حد کے لیے اسی کوڑے مقرر کیے۔ (۳۷) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ (۳۸) بنوثعلب پر بجائے جزیہ کے زکوٰۃ مقرر کی۔ (۳۹) وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔ (۴۰) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کروایا (اسی مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شمولیت کے ساتھ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں مجلس مشاورت ہوئی جس کی نگرانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے اس اجتماع میں یہ فیصلہ ہوا کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل جنازہ میں چار تکبیروں کا ہے لہٰذا چار تکبیریں کہنا چاہئیں۔ (اس سے زائد تکبیریں متروک العمل ہیں) ''**اجتمع اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی بیت ابی مسعود الانصاری فاجمعوا ان التکبیر علی الجنازۃ اربع**'' (السنن الکبریٰ) اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی چار تکبیروں کا معمول تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص یزید بن المکفف کا جنازہ پڑھایا تو اس پر چار تکبیریں کہیں۔ ''**عن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب انہ صلی علیٰ یزید بن المکفف نکبر اربع تکبیرات. وھو اخرشیٍ کبرہٗ علی رضی اللہ عنہ علی الجنائز**'' (کتاب الآثار امام محمد) خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان پر نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تو اس پر چار تکبیریں کہیں ''**عن الشعبی ان الحسن بن علی رضی اللہ عنہ صلی علی علی بن ابی طالب مکبراً علیہ اربع تکبیرات**'' (طبقات لابن سعد، المستدرک للحاکم)۔ (۴۱) مساجد میں وعظ کا طریقہ قائم کیا اس سلسلہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے بطور واعظ تقرر عمل میں آیا۔ (۴۲) اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (۴۳) مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔ (۴۴) ہجو کہنے پر تعزیر کی سزا قائم کی۔ (۴۵) غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا حالانکہ یہ طریقہ عرب میں مدتوں سے جاری تھا۔ (۴۶) دس سال چار ماہ دور خلافت میں ایسا عدل وانصاف اور فتوحات کیں جن کی مثال لانے سے دنیا قاصر ہے۔ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل علاقہ فتح ہوا مکہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۲، مشرق کی جانب ۱۰۸۷، جنوب کی جانب ۴۸۳/ اور مغرب کی جانب جدہ تک بڑے بڑے ملک اور شہر مثلاً شام، مصر، عراق اور جزیرہ اسی طرح کرمان، خراسان، خوزستان، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس و مکران ختم ہوا اس کے علاوہ بے شمار اولیات وخصوصیات ہیں جن کو اہل تحقیق نے نقل کیا ہے۔

جب تک کہ وہ تیرا فیصلہ مان نہ لیں!

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

''اچھا ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں''۔ وہ گھر کے اندر تشریف لے گئے چند لمحوں بعد گھر سے نکلے تو اُن کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی آتے ہی مسلمانی کے دعویدار کا سر قلم کر دیا۔ وُہ کہہ رہا تھا ''اے عمر تم فیصلہ کرو'' ابنِ خطاب نے کہا ''میرا فیصلہ یہ ہے''۔

ہوا یوُں تھا کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کو اپنے حق ہونے کا یقین تھا۔ اُس نے کہا چلو تمہارے نبی سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے بیانات سنکر یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ وہاں تو نہ رشتہ داری کا پاس تھا' نہ جماعت اُور ہم عقیدہ ہونے کا۔۔۔۔ عدل کی بنیادیں اپنی ہوتی ہیں جو صرف حقائق پر استوار ہوتی ہیں۔۔۔۔ وہاں کوئی استثنا نہیں ہوتا۔ نہ رشوت' نہ سفارش۔۔۔۔ نہ مال' نہ اونچا خاندان!

اُس نام نہاد مسلمان کے دل میں کھوٹ تھا یا یوُں کہیں کہ ذاتی اغراض کے لالچ میں اُس نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اُس کے اثرات سے اُس کے دل میں کھوٹ پیدا ہو گیا تھا۔ باہر گلی میں نکل کر یہودی سے کہنے لگا، ''یار وہ عمر بن خطاب بڑے ذہین وفطین ہیں اُن سے نظر ثانی نہ کر والیں؟''۔۔۔ ہدایت تو نصیب سے اور جھولی پھیلانے سے ملتی ہے مگر یہود ونصاریٰ میں سے اَن گنت لوگ ایسے گزُرے اور آج بھی ہیں جو ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں اور اُن کے اعمال واقوال اور ان کے اصحاب کو حق مانتے ہیں۔۔۔ اُس یہودی کو بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اَصحاب معظم پر اعتماد تھا۔۔۔ اُس نے سوچا ابن خطاب جسے لسانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فاروق اعظم کا خطاب ملا ہے یقیناً مجھے وہاں بھی انصاف ہی ملیگا۔ اُس نے کہا ''چلو میں تیار ہوں''۔ وُہ دونوں حضرت عمر کے دروازے پر پہنچے۔ مسلمان نے پہل کر کے اپنا تعارف کرایا اور اپنا مقدمہ پیش کر دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ میرا مسلمان ہونا سُنیں گے تو اُن کی دینی غیرت اور حمیت جاگ اٹھے گی اور وُہ میرے حق میں فیصلہ سُنا دیں گے۔۔۔۔ یہودی نے اپنا موقف بیان کرنے سے پہلے یہ بھی کہدیا کہ اَے خطاب کے بیٹے! اِس قضیے کا فیصلہ پہلے تمہارے نبی میرے حق میں کر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مسلمان سے پُوچھا ''کیا یہ درست کہہ رہا ہے؟'' مسلمان نے کہا ''جی ہاں' ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تھے مگر انہوں نے اس یہودی کو سچا کہدیا۔ اِس کے حق میں فیصلہ کر دیا''۔ حضرت عمر نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں'' گھر سے جا کر تلوار لائے اُور مسلمان کی گردن اُڑا دی۔۔۔۔ مسلمانی

کے دعویدار کے عزیز وا قارب نے شور مچادیا کہ حضرت عمر نے ایک کلمہ گومسلمان کوقتل کر دیا۔۔۔وُہ نبی پاک کی خدمت میں شکایت لیکر آئے کہ ان کو بدلہ دلوایا جائے۔عدل سراپا محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے ابنِ خطاب کواپنی صفائی پیش کرنے کیلئے طلب فرمایا۔ یہاں استثنانہیں تھا کہ عمر بن خطاب کوتو ملاء اعلیٰ میں عرضیاں پیش کر کے عزتِ اسلام کیلیے مانگ کرلیا تھا۔ ہاں' مُرادِ مصطفیٰ کو محمدؐ مصطفیٰ ﷺ نے کو استثنانہیں دیا۔شرع محمدی میں کوئی استثنا ہے ہی نہیں لیکن ربّ العلیٰ ربِّ مصطفیٰ جل جلالہ کو ابن خطّاب کا عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونا کب گوارا تھا۔ جوکوئی بھی صحبتِ نبوی میں خلوص دل سے پہنچا' جس کسی کوصحابیت کا زریں تاج ایک بار سرافرازی دے گیا بس پھر زِ میں جنبد زماں جنبد' نہ جنبد گل محمد۔۔۔ابنِ خطاب کی آمد چندقدموں سے ہونے والی تھی مگر ہزاروں لاکھوں بلکہ انسانی فہم سے بالا فصلوں سے' عرش معلّی سے انمٹ فیصلہ لیکر جبریل اَمین اُن سے پہلے حاضر دربارِ نبوی ہوگئے۔''یارسول اللہ! عُمر سچے ہیں۔وُہ مقتول منافق تھا۔ یارسول اللہ! ترے رب کی قسم جو بندہ آنجناب کے فیصلے کودل سے تسلیم نہیں کرتاوُہ مومن نہیں' منافق ہے۔جِسے فیصلہ محمد رسول اللہ کا منظور نہیں اُس کا فیصلہ عمر کی تلوار سے ہوگا۔اُسے زمین کے اُوپر رہنے کا کوئی حق نہیں۔۔۔''اب نہ حضرت عمر کوصفائی اور گواہانِ صفائی پیش کرنے کی ضرورت رہی' نہ خاتم المعصومین ﷺ کور یویو کی۔۔۔اورحضرت عمر کا فیصلہ ازلی ابدی کتابِ الٰہی کا انمٹ فیصلہ بن گیا۔۔۔ابنِ خطاب کا یہ عمل اور اِس پر آسمانی حکم اَب ہر سال جب تک ماہِ صیام کی مبارک راتوں میں یعنی تراویح میں تمام چھوٹی بڑی مساجد میں علی الاعلان نہ پڑھا جائے۔اہلِ ایمان کی نہ تراویح اور قیام اللیل قبول ہے اور نہ ختمِ قرآن ذی شان۔۔۔ہر حافظ' ہر قاری اور ہر عالم وفقیہ تا قیامت قرآنی الفاظ میں ''فیصلہ عمر'' کو درست کہتا رہے گا۔ سچ ہے قرآن اور صاحب قران کو جیسے اصحاب نبی خصوصا صدیق وعمر وعثان نے سمجھا وہی حق ہے۔آج بھی اگر کوئی ایمان اوراسلام کا دعویدار شارع علیہ السلام کے فیصلوں اوراُن کے احکام پر لَیتَ وَلَعَلَّ کرتا ہے۔وُہ دھوکے میں ہے' وہ ایمان نہیں' نفاق کا حامل ہے۔یادوسرا مفہوم یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے اقوال واعمال واحکام سے رُوگردانی اُسے نفاق کی اندھی کھائیوں میں گرا کر رہے گی!!۔۔۔اوراس سے پہلے کہ رجوع اور توبہ کا وقت ہاتھ سے نکل جائے۔محمداور اصحابِ محمد علیہ وعلیہم السلام کی راہ اختیار کر لینی ضروری ہے۔۔۔دارین کی کامیابی اسی میں ہے۔

توجہ فرمائیے! سات آسمان پرے سے آواز آرہی ہے: **فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما (نساء:۶۵)**

''تیرے رب کی قسم وہ ایمان والے نہیں ہوسکتے، جب تک کہ اے نبی وہ اپنے معاملات میں آپ کے فیصلے کو مان نہ لیں اور اسے دل سے تسلیم نہ کرلیں۔''

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۸)

حافظ عبیداللہ

حدیث نمبر 18

''(امام طبرانی فرماتے ہیں) ہم سے بیان کیا عبدان (عبداللّٰہ) بن أحمد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ھشام بن خالد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ولید بن مسلم نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ربیعہ بن یزید نے، اُنہوں نے نافع بن کیسان سے، انہوں نے اپنے والد (حضرت کیسانؓ) سے، وہ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: یَنزِلُ عیسیٰ بنُ مریمَ علیه السّلام عِند المَنارةِ البیضاء شرقي دمشق۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینارے کے پاس اتریں گے۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج19، ص196، مکتبۃ ابن تیمیۃ۔القاہرۃ)

فائدہ: یہی حدیث امام بخاری نے ''التاریخ الکبیر'' میں حضرت کیسانؓ کے تعارف میں، اور ابن ابی عاصم (متوفی 287ھ) نے الآحاد والمثاني میں روایت کی ہے فرق یہ ہے کہ ان دونوں نے نافع بن کیسان سے روایت کرنے والے کا نام ربیعة بن یزید کے بجائے ''ربیعة بن ربیعة'' ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے الاصابة (ترجمہ کیسانؓ) میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے ''رجالہ ثقات'' (اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)، نیز حافظ ابن عبدالبر نے بھی الاستیعاب (ترجمہ کیسانؓ) میں اس حدیث کی سند کو ''صالح'' (اچھی) قرار دیا ہے۔

(التاریخ الکبیر، ج 7 ص 233 /الآحاد والمثاني، ج5 ص98 /الاِصابة فی تمییز الصحابة، ج 9 ص320 /الاستیعاب في أسماء الأصحاب، ج2 ص186)

راویوں کا تعارف

<u>عبدان (عبد اللّٰہ) بن أحمد</u>: حدیث نمبر 16 کے تحت ان کا تعارف ہو چکا۔

<u>هشام بن خالد</u>: ان کا ذکر بھی حدیث نمبر 16 کے تحت ہو چکا۔

<u>ولید بن مسلم</u>: حدیث نمبر 7 کے تحت ان کا تعارف ہو چکا۔

<u>ربیعة بن یزید القصیر الایادي الدمشقي أبو شعیب</u>

امام ذہبی نے ایک جگہ انہیں ''الاِمام القُدوة'' (امام اور لوگوں کے لئے ایک مثالی شخصیت) اور دوسری جگہ

''أحد الأعلام في العلمِ والعمل'' (علم وعمل دونوں کے اعتبار سے ایک معروف شخصیت) لکھا۔ عجلی، نسائی، یعقوب بن شیبۃ، یعقوب بن سفیان سب نے انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابن سعد نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابن حِبان نے ان کے بارے میں لکھا: ''کان من خیار أهل الشام'' (وہ شام کے بہترین لوگوں میں سے تھے)۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں اِن سے روایت کرنے والوں میں ''ولید بن مسلم'' کا بھی ذکر کیا ہے (جیسا کہ طبرانی کی مذکورہ روایت میں بھی اِن سے ولید بن مسلم روایت کررہے ہیں)۔ یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے سنہ 121 یا 123ھ میں شہید ہوئے۔

(تهذيب التهذيب، ج 3 ص 264 /معرفة الثقات للعجلي، ج1 ص 360 /ثقات ابن حِبان، ج4 ص232 /التاريخ الكبير، ج3 ص288 / تهذيب الكمال، ج 9 ص148 / الجرح والتعديل، ج 3 ص474 /الكاشف، ج 1 ص394 /تاريخ الاسلام، ج 3 ص 407 /سير أعلام النبلاء، ج5 ص 239).

ربيعة بن ربيعة الدمشقي مولىٰ قريش

جیسا کہ بیان ہوا اسی روایت کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں اور حافظ ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی میں نافع بن کیسان سے ''ربيعة بن ربيعة'' کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''سَمِعَ نافع بن كيسان، روىٰ عنه الوليد'' ان کا نافع بن کیسان سے سماع ثابت ہے، اور اِن سے ولید (بن مسلم) نے روایت کی ہے۔ ابوحاتم رازی سے بھی ان کے بیٹے ابن ابی حاتم نے ایسی ہی بات نقل کی ہے۔ ابن حِبان نے انہیں ثقہ لوگوں میں ذکر کیا ہے۔ البتہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ''لا يُعرف'' (یہ معروف نہیں ہیں)، لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر نے ہی الاِصابة میں اس حدیث کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''رجاله ثقات'' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، نیز حافظ ابن عبدالبر نے بھی الاستیعاب میں اس کی سند کو درست قرار دیا ہے۔

(التاريخ الكبير، ج 3 ص 290 /الجرح والتعديل، ج3 ص478 /ثقات ابن حِبان، ج8 ص240 /تاريخ دمشق، ج 18 ص65 /ميزان الاعتدال، ج2 ص43 /لسان الميزان، ج 3 ص455 /الاِصابة فى تمييز الصحابة، ج9 ص320 /الاستيعاب في أسماء الأصحاب، ج2 ص186)

نافع بن كيسان بن عبد اللّٰه الثقفي

علماء رجال نے ان کا شمار صحابہ کرامؓ میں کیا ہے۔ بلکہ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث نافع بن کیسان نے بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے۔ ان کا ذکر مندرجہ ذیل کتب میں ہے۔

(التاريخ الكبير، ج 8 ص 84 /الجرح والتعديل، ج 8 ص 457 /معجم الصحابة لابن قانع، ج3 ص 141 /معرفة الصحابة لأبي نعيم، ج 5 ص2676 /الاِصابة فى تمييز الصحابة، ج11 ص36 /الاستيعاب في أسماء الأصحاب، ج2 ص290 /أسد الغابة، ج 5 ص 291 /تاريخ

دمشق، ج61 ص413).

كيسان بن عبدالله بن طارق الثقفي

یہ بھی صحابی رسول ﷺ ہیں، ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(التاريخ الكبير، ج7 ص 233 /معجم الصحابة للبغوي، ج5 ص154 /معرفة الصحابة لأبي نعيم، ج5 ص2101 /الإصابة في تمييز الصحابة، ج9 ص319 /الاستيعاب في أسماء الأصحاب، ج2 ص186 /أسد الغابة، ج4 ص476 /تهذيب الكمال، ج24 ص239 /تهذيب التهذيب، ج8 ص453).

قارئین محترم! ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ مختلف صحابہ کرامؓ سے مروی چند احادیث آپ کے سامنے پیش کی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے کبھی خاص طور پر اور کبھی علامات قیامت اور دجال کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ ◆ کے نزول کی خبر دی ہے، محدثین نے اپنی کتابوں میں ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' کا باب باندھ کر ان احادیث کو روایت کیا ہے۔ یہ احادیث ہمیں **صحيح بخاری، صحيح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجه، مسند احمد، صحيح ابن حبان، مستدرک حاکم، السنن الكبرىٰ للبيهقي، مسند ابی داؤد طيالسی، المعجم الكبير للطبراني، مصنف ابن ابی شيبه، مستخرج ابی عوانه، مستخرج ابي نعيم علىٰ صحيح مسلم، مسند اسحاق بن راهويه، جامع معمر بن راشد، كتاب الايمان لابن مندة، شرح مشكل الآثار للطحاوي، شرح السنة للبغوي، موارد الظمآن، الآحاد والمثاني لابن ابي عاصم** اور دوسری کتب میں ملتی ہیں۔

نیز بقول امام ترمذیؒ، وہ احادیث جن میں دجّال کے حضرت عیسیٰ ◆ کے ہاتھوں قتل ہونے کا ذکر ہے اِن صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں: حضرت عمران بن حصین، حضرت نافع بن عتبہ، حضرت ابو برزہ، حضرت حذیفہ بن اسید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت کیسان، حضرت عثمان بن ابی العاص، حضرت جابر، حضرت ابوامامہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت سمرۃ بن جندب، حضرت نواس بن سمعان، حضرت عمرو بن عوف اور حضرت حذیفہ بن یمان **رضي الله عنهم اجمعين**۔

(الجامع للترمذي، باب ماجاء في قتل عيسىٰ ابن مريم الدجال، ج4 ص97، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

☆☆☆☆

احادیثِ نزولِ عیسیٰ ◆ اور امت کا تلقي بالقبول

اگر چہ نزولِ عیسیٰ ◆ کی احادیث ثقہ راویوں کے واسطے سے حدیث کی صحیح ترین کتب میں مروی ہیں، اور ان احادیث کے بارے میں منکرین نے عام طور پر اور جناب تمنا عمادی صاحب نے خاص طور پر جوشکوک وشبہات پیش کیے

ہیں ان کا کافی وشافی جواب ہم عرض کر چکے ہیں۔ لیکن بطور تنزل ہم کہتے ہیں کہ اگر بفرض محال کچھ دیر کے لئے یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ تمام احادیث جن میں نزولِ عیسیٰ ◆ کی خبر دی گئی ہے ضعیف ہیں تو بھی تیرہ صدیوں میں گزرنے والے معروف اور مستند مفسرین ومحدثین کا عام طور پر اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا خاص طور پر ان احادیث میں بیان کردہ مضمون یعنی ''نزولِ عیسیٰ ◆ '' پر اجماع واتفاق اور چند معتزلہ وفلاسفہ کو چھوڑ کر کسی کا نزولِ عیسیٰ ◆ کا انکار نہ کرنا ان احادیث کے مضمون کو صحیح بنادیتا ہے، اسے علماء کی اصطلاح میں ''تـلـقـي بـالقبول '' کہا جاتا ہے۔ اور علماء حدیث نے یہ بات لکھی ہے کہ علماء امت کا تلقی بالقبول حدیث کو صحیح بنادیتا ہے اور اس کے لئے سند کی چنداں اہمیت نہیں رہتی، چند حوالے پیش خدمت ہیں:۔

حافظ ابوعُمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبرّ مالکی قُرطبیؒ (متوفی 463ھ) موطأ امام مالکؒ کی شرح ''التمہید'' میں ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**وهـذا الـحـديـث لا يـحـتـج أهل الحديث بمثل اسناده، وهو عندي صحيح لأن العلماء تـلـقـوه بالقبول له......** ''اگر چہ محدثین کے نزدیک اس جیسی سند قابل حجت نہیں، لیکن میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اسے علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج16 ص218 - 219)

اسی طرح ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''**وقـد رُوِي عـن جـابـر بـن عبـدالـلّٰـه بـإسناد لا يصح أن النبي ﷺ قـال: الـديـنـار أربعة وعشـرون قيـراطاً، وهذا الحديث وإن لم يصح اسناده فَفِي قول جماعة العلماء به، واجماع الناس عـلـى معناه ما يُغني عن الاسناد فيه .....**'' حضرت جابر بن عبداللہ سے غیر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگر چہ صحیح نہیں لیکن علماء کی جماعت کا قول اسی کے مطابق ہونا اور اس کے معنی پر لوگوں کا اجماع ہوجانا سند سے مستغنی کر دیتا ہے۔

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج20 ص145)

امام بدرالدین محمد بن جمال الدین زرکشی شافعیؒ (متوفی 794ھ) لکھتے ہیں:

''**ان الـحـديـث الضعيف اذا تلقته الأمة بالقبول عُمل به على الصحيح حتى أنه ينزل منزلة المتواتر .....**'' جب (سند کے اعتبار سے) ضعیف حدیث کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول ہوجائے تو صحیح بات یہ ہے کہ اُس پر عمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ کبھی وہ متواتر کے درجے تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

(النكت على مقدمة ابن الصلاح للزركشي، ج1 ص390)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی 852ھ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی بات کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

(اختصار کے پیش نظر صرف اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

''جب کسی خبر (حدیث) کو امت قبول کرلے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے تو جمہور علماء کے نزدیک وہ (حدیث) علم کا فائدہ دیتی ہے، یہی بات علماء حنفیہ میں سے شمس الأئمہ سرخسی وغیرہ۔ مالکیہ میں سے قاضی عبدالوہاب وغیرہ۔ شافعیہ میں سے ابوحامد اسفرائینی، قاضی ابوطیب طبری، شیخ ابواسحاق شیرازی، سلیم رازی وغیرہم۔ اور حنابلہ میں سے ابوعبداللہ بن حامد، قاضی ابویعلیٰ، ابوالخطاب وغیرہم علماء اصول فقہ نے کہی ہے۔ اور اکثر اہل علم مثلاً ابواسحاق اسفرائینی، ابوبکر بن فورک، ابومنصور تمیمی، ابن السمعانی، ابوہاشم الجبائی اور ابوعبداللہ بصری کا یہی قول ہے۔ اور یہی محدثین کا مذہب ہے''۔

(النکتب علی مقدمة ابن الصلاح لابن حجر العسقلانی، ج1 ص375 - 376)

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ایک حدیث ''**لا وصية لوارث**'' (کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں ہوسکتی) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں کلام ہے لیکن: ''**الحجة في هذا الاجماعُ على مقتضاه كما صرّح به الشافعي وغيره**'' (یعنی اگر چہ اس کی سند میں کلام ہے لیکن اس حدیث میں جو بات بیان ہوئی ہے اس پر اجماع کا ہوجانا یہ حجت ہے جیسا کہ امام شافعی وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے)۔

(فتح الباري، ج5 ص372)

امام شمس الدین محمد بن عبداللہ السخاوی الشافعیؒ (متوفی 902ھ) لکھتے ہیں:

''**وكذا اِذا تلقت الأمة الضعيف بالقبول يُعمل به على الصحيح**'' جب امت کی طرف سے (سند کے اعتبار سے) ضعیف حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو صحیح قول کے مطابق اُس پر عمل کیا جائے گا۔

(فتح المغيث بشرح ألفية الحديث، ج2 ص153)

امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الحنفیؒ (متوفی 370ھ) نے احکام القرآن میں مختلف مقامات پر تصریح کی ہے کہ جب کسی خبرِ واحد کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول ہوجائے تو وہ متواتر معنوی کے حکم میں ہوجاتی ہے، ایک جگہ الفاظ یہ ہیں:

''**لأن ما تلقاه الناس بالقبول من أخبار الآحاد فهو عندنا في معنى المتواتر لما بيّناه في مواضع**'' ''اخبار آحاد میں سے جس خبر (حدیث) کو لوگوں کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو ہمارے نزدیک اسے متواتر معنوی کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے جس کی وجہ ہم نے مختلف مقامات پر بیان کی ہے۔

(احكام القرآن للجصاص، ج2 ص83، دار احياء التراث العربی، بيروت)

امام ابن القیم الجوزیہؒ (متوفی 751ھ) سند کے اعتبار سے ایک ضعیف حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''فھذا الحدیث ، وإن لم یثبت، فاتصال العمل به في سائر الأمصار والأعصار ، ومن غیر إنکار ، کافٍ في العمل به''۔ یہ حدیث اگر چہ (سنداً) ثابت نہیں، لیکن تمام علاقوں اور تمام زمانوں میں اس میں بیان کردہ مضمون پر مسلسل عمل ہوتا آیا ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو یہ (تلقی بالقبول) اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔

(کتاب الروح، ج1 ص32، مجمع الفقه الاسلامی، جده)

الغرض! بتانا یہ مقصود ہے کہ کسی حدیث کی سند کمزور ہونے یا اس میں مجروح راوی ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں کہ حدیث کا متن یا اس میں بیان کردہ بات بھی ضعیف ہو، اس بات کا دبے لفظوں میں اقرار خود جناب تمنا عمادی صاحب نے بھی کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح صرف اس لئے کہ کسی حدیث کے بعض راوی مجروح یا وضاع وکذاب ہیں، اگر وہ قرآنی درایت کے مطابق ہے تو اس کو قطعی طور سے موضوع وغلط نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کوئی جھوٹے سے جھوٹا شخص ہر بات جھوٹی ہی نہیں بولتا کبھی وہ کوئی سچی بات بھی ضرور بولتا ہے''۔

(انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 185)

اور اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ:

''یہ بھی ضروری نہیں کہ جو حدیث نص قرآنی کے بالکل مطابق ہو اور عقل ودرایت قرآنیہ کے بھی خلاف نہ ہو وہ صحیح ہی ہو......''۔

(انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 185)

اگر چہ عمادی صاحب یہاں اپنا من گھڑت اصول بیان کر رہے ہیں جس کا ذکر ہم مقدمہ میں کر چکے ہیں کہ حدیث کے صحیح اور جھوٹ ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر وہ درایت قرآنی (تمنائی درایت۔ ناقل) کے خلاف نہ ہو تو چاہے اس کی سند میں جھوٹے راوی ہی کیوں نہ ہوں، اسے یقینی طور پر موضوع اور غلط نہیں کہا جا سکتا (لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ نزول عیسیٰ علی ◆ کی صحیح ترین احادیث کو جو کسی قرآنی آیت کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کی آیات سے ان کی تائید ہوتی ہے وہ عمادی صاحب کے نزدیک یقیناً موضوع اور من گھڑت ہیں۔ ناقل)۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ جو حدیث نص قرآنی کے خلاف نہ ہو وہ صحیح ہی ہو۔ بہرحال حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا یہ معیار محدثین کا بنایا ہوا نہیں بلکہ منکرینِ حدیث اور ان کے یارانِ طریقت کا ایجاد کردہ ہے، لیکن وہ یہ تسلیم کر گئے کہ حدیث کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار محض اس کی سند نہیں، بلکہ ان کے مطابق ممکن ہے کہ جھوٹے اور حدیثیں گھڑنے والے راویوں کی بیان کردہ حدیث بھی سچی ہو۔

قارئین محترم! جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، وہ احادیث جن میں حضرت عیسیٰ ◆ کے نزول کا ذکر ہے صحیح ترین سندوں کے ساتھ صحیح ترین کتب حدیث میں مختلف صحابہ کرامؓ سے بکثرت مروی ہیں، قرآن کریم اُن احادیث کے خلاف تو

کیا بلکہ ان کا مؤید ہے، قرآن کریم نے عیسائیوں کے بڑے بڑے غلط عقائد کا رد صراحت کے ساتھ کیا ہے، ان کے عقیدہ تثلیث، حضرت عیسیٰ ◆ کو اللہ کا بیٹا کہنے اور انہیں صلیب دیے جانے جیسے عقائد کی تردید قرآن کریم نے بانگ دہل فرمائی ہے، لیکن عیسائیوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰ ◆ صلیب پر جان دینے کے تین دن بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور وہ دوبارہ نازل ہوں گے، قرآن کریم نے یہ تو صاف لفظوں میں بیان کیا کہ نہ انہیں قتل کیا گیا اور نہ ہی سولی پر لٹکایا گیا، لیکن اس بات کی تردید نہیں فرمائی کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا اور نہ ہی ان کے دوبارہ نزول کی تردید پورے قرآن میں کہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس ''بل رفعہ اللّٰہ الیہ'' (بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا) جیسے الفاظ سے عقیدہ رفع کا اثبات کردیا۔ لہٰذا اگر عمادی صاحب کو ''درایت قرآنی'' کا لحاظ ہوتا تو وہ ضرور سوچتے کہ عقیدہ تثلیث وابنیّت و صلب وکفارہ کی طرح قرآن نے عقیدہ رفع ونزول کا واضح الفاظ میں انکار کیوں نہیں کیا؟۔

عمادی صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''نزولِ مسیح کے متعلق حدیثیں عیسائی غلاموں نے جو نومسلم تھے گھڑیں'' (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 253)۔ یعنی وہ بھی مرزا قادیانی کی طرح یہی کہنا چاہتے ہیں کہ رفع ونزولِ عیسیٰ ◆ کا عقیدہ مسلمانوں میں عیسائیوں کی طرف سے آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم نے رفع ونزولِ عیسیٰ ◆ کا انکار کہیں نہیں کیا، صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین میں سے کوئی ایک ہستی ایسی نظر نہیں آتی جس نے حضرت عیسیٰ ◆ کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور پھر دوبارہ نزول کا انکار کیا ہو، اسی طرح احادیثِ نزولِ عیسیٰ ◆ پر عمادی صاحب کی طرف سے کی گئی بے جا تنقید کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ کئی صدیوں سے ان احادیث کو امت مسلمہ صحیح تسلیم کرتی آرہی ہے اور عمادی صاحب سے پہلے گزرنے والے محدثین و شارحین اور علماء رجال وجرح وتعدیل میں سے کسی نے یہ تحقیق پیش نہیں کہ یہ احادیث صحیح بخاری وصحیح مسلم ودیگر کتب میں بعد میں ''ٹھونس'' دی گئیں۔ نیز یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ عمادی صاحب سے پہلے تیرہ صدیوں میں گزرے مفسرین، محدثین اور علماء امت یہی عقیدہ رکھتے آرہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ◆ نے نازل ہونا ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے عیسائیوں کے عقیدہ رفع ونزول کی صاف الفاظ میں تردید نہ کی۔ جو احادیث امت مسلمہ کے نزدیک صحیح ترین سمجھی جاتی ہیں، ان میں نبی کریم ♏ نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ (♓) نے ضرور نازل ہونا ہے۔ اور ساری امت بھی یہی عقیدہ رکھتی رہی تو کیا یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قرآن کریم ''بل رفعہ اللّٰہ'' جیسے الفاظ کے ساتھ عیسائیوں کے غلط عقیدے کی ترجمانی کررہا ہے؟ اسی طرح مسلمانوں کی اہم ترین اور صحیح ترین کتبِ حدیث بھی عیسائیت کی ترجمان ہیں؟ اور چودہ صدیوں میں گزرنے والے محدثین، مفسرین وعلماء کرام بھی عیسائی عقیدے کا پرچار کرتے رہے؟۔ **نعوذ باللّٰہ من ذلک.**

ساز خاموش ہے فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم

(جاری ہے)

میری طالب علمی (دارالعلوم دیوبند میں طلباء سے یادگار خطاب)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوٰتُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَان.

میرے عزیز بھائیو! میں اس وقت آپ کو اپنی طالب علمی کے سلسلے کے کچھ واقعات اور تجربات سنانا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ ان شاءاللہ وہ آپ کے لیے کار آمد اور نفع مند ہوں گے، میری طالب علمی کی سرگذشت بعض پہلوؤں سے بڑی سبق آموز ہے۔

آپ میں سے کچھ بھائیوں کو معلوم بھی ہوگا کہ میرا اصل وطن ہمارے اسی صوبہ یوپی کے ضلع مرادآباد کا مشہور اور قدیم قصبہ ''سنبھل'' ہے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی دولت وثروت اور وجاہت بھی دی تھی، اسی کے ساتھ وہ اپنے خاص رنگ میں گہرے دیندار بلکہ بڑے ذاکر شاغل تھے، اور ایک زمانہ میں انھوں نے بہت سخت صوفیانہ ریاضتیں بھی کی تھیں، اس لیے وہ ''صوفی جی'' کے نام ہی سے معروف تھے۔ بہت سے لوگ ان کا اصل نام جانتے بھی نہیں تھے۔ وہ عالم نہیں تھے، علماء حق سے ان کا تعلق بھی نہیں رہا تھا، بلکہ کچھ ایسے غلط صوفیوں کی صحبت سے متاثر ہوئے تھے، جو غالباً تھے تو مخلص اور نیک نیت لیکن ان کے بعض عقیدے بڑے گمراہانہ تھے۔ میرے والد صاحب کا بھی اس دور میں یہی حال تھا مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا، وہ اپنی عملی زندگی میں بڑے پکے دیندار، شریعت کے نہایت پابند، شاغل اور شب بیدار تھے دنیا کا کام بھی خوب کرتے تھے اور دین میں بھی بہت کامیاب تھے، لیکن دین اور آخرت کی فکر دنیا کی فکر پر غالب تھی۔ اسی لیے وہ اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم دلانا چاہتے تھے اور پوری وسعت اور استطاعت کے باوجود اپنے کسی بچہ کو خالص دنیاوی تعلیم یعنی انگریزی تعلیم دلانے کے بالکل روادار نہیں تھے۔ اس واسطے انھوں نے مجھے بھی ناظرہ قرآن شریف اور تھوڑی سی اردو تعلیم کے بعد فارسی اور پھر عربی پر لگا دیا، لیکن میں کچھ تو اس وجہ سے کہ میری عمر بہت کم تھی اور ابھی میں صرف ونحو سمجھنے اور پڑھنے کے لائق نہیں ہوا تھا (اور خاص کر ''میزان منشعب'' اور ''پنج گنج'' اور ''نحو میر'' جیسی کتابوں کے ذریعہ تو ''صرف ونحو'' سمجھنے اور پڑھنے کے قابل بالکل ہی نہیں تھا) اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ میرے اندر اس تعلیم کا کوئی ذوق اور داعیہ نہیں تھا، میں نہایت بے دلی سے پڑھتا رہا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بس پٹائی کے ڈر سے جو کچھ پڑھایا جاتا تھا وقتی طور پر یاد کر کے سنا دیا کرتا، سمجھتا کچھ نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے کہ کئی سال تک میرا یہی حال رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر سال میری ''میزان'' نئے سرے سے شروع ہوتی تھی۔ ہمارے ''سنبھل'' میں اس وقت تین عربی مدرسے

تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ ایک سال تک میں ایک مدرسے میں پڑھتا رہتا، سال ختم ہونے تک ''میزان منشعب''، ختم ہو کر کبھی کبھی ''پنج گنج'' اور ''نحو میر'' بھی شروع ہو جاتی لیکن والد ماجد اور گھر والے محسوس کرتے کہ میری پڑھائی ٹھیک نہیں ہو رہی تو دوسرے سال مجھے دوسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا، وہاں کے استاد جب میرا یہ حال دیکھتے کہ مجھے کچھ بھی نہیں آیا ہے تو وہ پھر سے وہی ''میزان'' شروع کرا دیتے اور پھر میں سال بھی میں ''میزان منشعب'' ختم کر کے ''پنج گنج'' اور ''نحو میر'' تک یا کچھ اور آگے تک پہنچ جاتا، لیکن مجھے آتا کچھ نہیں تھا اس لیے اگلے سال پھر میں تیسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا تو وہاں کے استاد بھی میری خیر خواہی میں یہی طے کرتے کہ مجھے پھر میزان سے پڑھایا جائے اور پھر میری میزان شروع ہو جاتی، مجھے یاد ہے کہ یہ چکر بہت عرصے تک اسی طرح چلتا رہا اور ہر سال میری تعلیم بداں ''اَسْعَدَکَ اللّٰهُ فِیْ الدَّارَیْنِ'' سے شروع ہوتی رہی۔

اسی زمانہ میں جبکہ میرے غالباً دو تین سال اسی طرح برباد ہو چکے تھے اور میری عمر قریباً بارہ سال کی ہو چکی تھی ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمارے ضلع مراد آباد کے اس وقت کے انگریز کلکٹر نے جو کسی خوش گمانی کی بنا پر میرے والد ماجد کا بہت قدر شناس تھا ایک ملاقات میں والد صاحب سے ان کی اولاد کے بارے میں پوچھا، والد ماجد نے بتایا کہ خدا کے دیے ہوئے میرے پانچ لڑکے ہیں اس نے تعلیم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی انگریزی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور نہ کوئی اب انگریزی پڑھ رہا ہے۔ اس وقت میری عمر اور تعلیم کی منزل ایسی تھی کہ میرے ہی بارے میں اس طرح کا فیصلہ کیا جا سکتا تھا کلکٹر نے اصرار سے کہا کہ کل ہی اس بچہ کو مقامی ہائی اسکول میں بھیج دیا جائے اور ساتھ ہی کہا کہ میں ہیڈ ماسٹر سے کہہ دوں گا کہ وہ پانچ سال میں انٹرنس کرا دے اور والد صاحب سے کہا کہ پھر میں اس کو نائب تحصیلداری دے دوں گا، اس زمانہ میں نائب تحصیلداری بڑی چیز تھی پہلی ترقی کر کے آدمی تحصیلدار ہو جاتا تھا اور اس کے بعد ڈپٹی کلکٹر ہو جاتا تھا بس یہی ہندوستانیوں کی معراج تھی۔ اس سے آگے کلکٹر اور کمشنر تو صرف انگریز ہوتے تھے۔ تو کلکٹر نے والد صاحب کو بہت اصرار کے ساتھ یہ مشورہ دیا۔ والد صاحب نے گھر آ کر یہ قصہ سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ انھوں نے اس کی بات ماننے کا فیصلہ نہیں کیا لیکن ان کے بعض ملنے والوں کی اور گھر کے بھی بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور مجھے اسکول میں ضرور داخل کر دیا جائے چنانچہ بعض لوگوں نے والد صاحب کو اس کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے ان کا آخری جواب یہ تھا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری امید ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد سے مجھے کچھ لینے کی ضرورت نہ ہوگی انشاء اللہ ہمیشہ ان کو کھلاتا اور دیتا رہوں گا، ہاں مرنے کے بعد قبر میں مجھے ضرورت ہوگی اس لیے میں تو ان کو وہی تعلیم دلانے کی کوشش کروں گا جس سے مجھے قبر میں اور اس کے بعد کچھ ملتا رہے الغرض انھوں نے کسی کی ایک نہ سنی۔

مجھے یاد ہے کہ اس وقت والد صاحب کے اس فیصلہ کا مجھے بڑا رنج اور صدمہ ہوا تھا جس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ

میں سوچتا تھا کہ اگر مجھے اسکول میں داخل کر دیا گیا تو تھوڑے دنوں کے بعد میں نائب تحصیلدار اور پھر تحصیلدار اور اس کے بعد ڈپٹی کلکٹر بن جاؤں گا، اور دوسری اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ مجھے کرکٹ کھیلنے کا بے حد شوق تھا حالانکہ قریباً روزانہ پٹائی ہوتی تھی، لیکن کھیل نہیں چھوٹتا تھا مجھے امید تھی کہ اسکول میں داخلہ کے بعد مجھے اس کی بھی آزادی مل جائے گی۔ لیکن والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قطعی فیصلہ سنا دیا کہ وہ مجھے انگریزی پڑھنے کے لیے اسکول میں داخل نہیں کریں گے۔

اس واقعہ کے بعد بھی غالباً کئی سال تک میرا وہی چکر چلتا رہا کہ پڑھنے کے ارادہ کے بغیر پڑھتا رہا مدرسہ جاتا آتا رہا اور ہر سال مدرسہ کی تبدیلی ہوتی رہی اور نئے سرے سے میری میزان شروع ہوتی رہی۔

پھر ۳۸ھ کی بات ہے جس کو اب باون سال گزر چکے ہیں اس وقت میری عمر پندرہ سال کی ہو چکی تھی والد صاحب کو معلوم ہوا کہ فلاں مدرسہ میں ایک نئے پنجابی استاذ آئے ہیں اور وہ بہت توجہ سے پڑھاتے ہیں والد صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیجنے کا فیصلہ فرما لیا، میں ایک حکیم صاحب کا تعارفی خط لے کر ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی تھے، (جواب مغربی پاکستان میں ہیں اور میرے خاص محسن استادوں میں ہیں) انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کب سے پڑھ رہا ہوں۔ میں نے بتایا کہ میں اتنے دنوں سے اس طرح پڑھ رہا ہوں۔ اب میں کچھ سمجھدار ہو چکا تھا۔ انھوں نے مجھ سے باتیں کیں تو اندازہ کیا کہ میں غبی اور کند ذہن بھی نہیں ہوں اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ میرا اتنا وقت صرف اس لیے برباد ہوا اور ہو رہا ہے کہ میں نے خود پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف جبراً پڑھ رہا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ واقعہ بالکل یہی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور ان کے درجے بلند فرمائے۔ انھوں نے بڑی شفقت اور بے تکلفی سے فرمایا کہ بھئی اب تم خود ہی اپنے بارے میں فیصلہ کرو! اگر اب بھی تمہارا ارادہ پڑھنے کا نہ ہو تو ہمیں صاف بتا دو، ہم خود تمہارے والد صاحب سے مل کر انھیں سمجھائیں گے کہ وہ تمہارا وقت برباد نہ کریں، کسی اور لائن میں لگائیں۔

اور اگر تمہارا ارادہ پڑھنے کا ہو تو پھر ہم تمہیں پڑھائیں گے اور انشاء اللہ تم بہت جلدی پڑھ لو گے، اس وقت اللہ نے میرے دل میں ڈالا اور میں نے ان سے کہا کہ اچھا! ان شاء اللہ اب میں پڑھوں گا۔ انھوں نے مجھے اس طرح پڑھانا شروع کیا کہ میزان کے چند صفحات مقرر کر کے فرمایا کہ ان کو غور سے دیکھ لو اور ان کا مضمون یاد کر لو، جو بات سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو دوسرے اسباق سے فارغ ہو کر میں تمہاری جانچ کر لوں گا۔ اس طرح انھوں نے ۸، ۱۰ دن میں میری میزان منشعب ختم کرا دی اور میں نے اب سمجھا کہ میزان منشعب میں کیا ہے پھر اسی طرح مہینے دو مہینے میں پنج گنج اور نحو میر ختم کرادی میں درمیان سال میں ان کے پاس گیا تھا اور شعبان تک انھوں نے علم الصیغہ اور ہدایۃ النحو تک پہنچا دیا اب میں جی لگا کر اور اپنے ارادہ سے پڑھنے لگا لیکن اس کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سنبھل تشریف نہیں لائے اور مجھے پڑھنے

کے لیے سنبھل سے باہر بھیج دیا گیا اس کے بعد چار سال میں تمام متوسطات میں نے پوری کر لیں، اس وقت ہمارے مدرسوں میں منطق وفلسفہ کا بہت زور تھا اس لیے میں نے سب سے زیادہ کتابیں منطق فلسفہ کی پڑھیں اور اب اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہتا تھا۔

یہاں تک میں نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا وہ سب اسی دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے اس لیے میرا ذہن بالکل دیوبندی تھا اور آگے کی تعلیم میں دارالعلوم ہی میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے اپنے والد صاحب کے بارے میں ابھی بتایا تھا کہ ان کے عقائد کچھ دوسری طرح کے تھے ان کو ہمارے اکابر دیوبند سے بہت بُعد تھا، لیکن نہ معلوم کس طرح ان کے دل میں یہ بات اللہ نے بٹھادی تھی کہ حدیث دیوبند والے ہی اچھی پڑھاتے ہیں اس لیے جب میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ میں اب حدیث شریف پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند جانا چاہتا ہوں، تو انھوں نے مجھے اجازت دیدی جب یہ بات عام طور سے مشہور ہوئی کہ میں پڑھنے کے لیے دیوبند جاؤں گا تو والد صاحب کے گیارھویں شریف، بارھویں شریف اور عرسوں کی محفلوں والے یاران طریقت نے ان سے کہا کہ صوفی جی کیا غضب ہے! سنا ہے آپ کا لڑکا دیوبند پڑھنے جائے گا؟ تو وہ صرف یہ فرمادیتے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے ہی راستہ پر رہے گا، الغرض انھوں نے اپنی رائے نہیں بدلی اور میں شوال ۴۳ھ میں دارالعلوم آکر داخل ہو گیا، میں یہاں صرف دو سال باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے رہا پہلے سال مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اخیرین وغیرہ چند کتابیں پڑھیں اور اگلے سال دورہ!

میں یہاں کے زمانہ قیام کا اس وقت کا صرف ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ سے ہے یہ مکان جس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمتہ اللہ علیہ کا قیام تھا اور اب حضرت کے گھر کے لوگوں کا قیام ہے ہمارے زمانہ طالب علمی میں اس میں مطبع قاسمی اور کتب خانہ قاسمی تھا، جن بیچارے طالب علموں کو مدرسہ میں حجرہ نہیں مل سکتا تھا ان کو اس کے ایک خستہ سے کمرے میں رہنے کی اجازت دیدے جاتی تھی، میں انھی بیچارے کسمپرس طالب علموں میں سے ایک تھا دونوں سال میرا قیام اسی میں رہا پہلے سال ربیع الاوّل کا مہینہ تھا اور خوب یاد ہے چودھویں تاریخ تھی اور اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ عشاء کی جماعت کا وقت قریب تھا میں اسی مطبع قاسمی میں بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ اچانک والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ مطبع قاسمی کا پتہ پوچھتے ہوئے تشریف لے آئے پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی وہم وگمان بھی نہ تھا لیکن میرا ذہن منتقل ہوا کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے ان ہی تاریخوں میں پیران کلیر کا عرس ہوتا ہے یہ وہاں عرس میں تشریف لائے ہوں گے۔ ان کی پیران کلیر میں عرس میں حاضری کبھی قضا نہیں ہوتی تھی چنانچہ دریافت کرنے پر یہی بتایا کہ میں کلیر شریف عرس میں آیا ہوا تھا خیال ہوا کہ دیوبند قریب ہی ہے اس لیے وہاں سے فارغ ہو کر آ گیا ہوں میں نے عرض کیا کہ عشاء کی جماعت کا وقت ہو چکا ہے وہ باوضو تھے ہم لوگوں

کے ساتھ فوراً ہی مسجد تشریف لے آئے۔ اس زمانہ میں حوض وہاں تھا جہاں اس وقت مسجد کے صحن کا آخری حصہ ہے، اور چونکہ مسجد میں تنگی ہوتی تھی اس لیے حوض کو لکڑی کے تختوں سے پاٹ دیا گیا تھا اس پر بھی کئی صفیں ہوتی تھی۔ ہم لوگ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوئے کہ نماز شروع ہو چکی تھی ہمیں آخری صفوں میں حوض پر جگہ ملی، چودھویں رات کی چاندنی کھلی ہوئی تھی اور جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے عام طور سے تمام طلبہ صاف سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب رکوع یا سجدے کا وقت ہوتا تو ہم لوگوں کو جو حوض کے اوپر بلندی پر کھڑے تھے ایسا معلوم ہوتا جیسے آسمان سے اترے ہوئے فرشتوں کی صفیں ہیں مجھے خوب یاد ہے بڑا ہی نورانی منظر تھا میں والد صاحب کے بالکل برابر میں کھڑا تھا میں نے محسوس کیا کہ والد صاحب پر اس منظر کا کچھ خاص اثر پڑ رہا ہے، نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ اپنی قیام گاہ یعنی مطبع قاسمی میں آ گئے۔ والد صاحب کی باتوں سے میرے اس احساس کی تصدیق ہو گئی کہ وہ دارالعلوم کی نماز کے اس منظر سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

صبح کو فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کا اِسی مسجد میں قرآن مجید کا درس ہوتا تھا وہ اگر چہ دارالعلوم کے بڑے علماء میں سے نہیں تھے عمر بھی کم تھی لیکن اپنی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور طلبہ میں مقبول اور محبوب تھے اس زمانہ میں ترجمۂ قرآن دارالعلوم کے نصاب میں داخل نہیں تھا، مولانا کا یہ درس گویا پرائیویٹ اور ان کے ذاتی ذوق وشوق کا نتیجہ تھا، بڑی وسیع نظر اور خوب بولتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ درس قرآن کا حق ادا فرماتے طلبہ کی بہت بڑی تعداد پابندی سے شرکت کرتی تھی بڑا علمی نفع ہوتا تھا میں نے موقع نکال کر مولانا کے کان میں اس دن عرض کر دیا کہ میرے والد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، وہ عرس اور قوالی کے دلدادگان میں سے ہیں ان کے عقائد وخیالات اس طرح کے ہیں ہمارے بزرگوں کے بارے میں انھیں سخت بدگمانیاں ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان دیوبند والوں کو تصوف او ربزرگانِ دین سے کوئی تعلق نہیں میرا مقصد یہ تھا کہ آج کے درس میں اس کا لحاظ فرما لیا جائے حسن اتفاق سے اس دن سورہ یوسف کا وہ مقام زیر درس تھا جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (غلہ وغیرہ لانے کے لیے) جب اپنے صاحبزادوں کو مصر کے لیے رخصت کیا اور چھوٹے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بن یامین کو بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تو اس وقت یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم سب مصر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا (یٰا بُنَیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ) جس کا مقصد اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر نہ لگے تو آخر میں یہ بھی فرمایا تھا (وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ) مولانا کاندھلوی نے ان آیات پر تقریر کرتے ہوئے توکل کی حقیقت اور توکل اور اسباب کے تعلق پر بھی خوب روشنی ڈالی اور اس دن عارف رومی کے اشعار بھی اس سلسلے میں سنائے اس کے علاوہ بھی کئی مضامین تصوف ومعرفت ہی سے متعلق مولانا نے اس دن کے درس میں ایسے بیان فرمائے جو والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کے بہت ہی حسب حال تھے اس درس سے

بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے۔ رات کی نماز میں انھوں نے جو منظر دیکھا تھا اور جو نورانی کیفیات اس مجمع میں انھوں نے محسوس کیں اور پھر صبح کے درس میں جو کچھ سنا اس سے ان کا ذہن ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے میں بہت کچھ بدل گیا۔ درس سے فارغ ہو کر جب ہم لوگ اٹھے تو والد صاحب نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر جانا چاہتا ہوں، ہم لوگ ان کو قبرستان لے گئے، وہ پہلے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب ہو کر بیٹھے اور دیر تک بیٹھے رہے اس کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب ہو کر بیٹھے اور بہت دیر تک بیٹھے اور ان کے چہرے کے رنگ سے ہم محسوس کرتے رہے کہ ان پر کوئی خاص اثر پڑ رہا ہے وہاں سے واپسی پر فرمایا کہ ان حضرات کا مقام بہت ہی بلند ہے اس کے بعد ہم لوگوں سے فرمایا کہ یہاں کے استادوں میں جو اللہ والے ہوں مجھے ان کے پاس لے چلو ہم سب سے پہلے حضرت میاں صاحب یعنی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے حضرت میاں صاحب کی زیارت وملاقات سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ان حضرات کی زیارت سے بھی بہت متاثر ہوئے اور ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہر وقت ذکر میں مشغول اور صاحب نسبت ہیں۔ الغرض ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے میں ان کو جو بدگمانیاں ہمیشہ سے تھیں وہ غالباً اسی دن ختم ہو گئیں اور اس کے بعد تو ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہوا لیکن اس وقت میرا مقصد اپنی طالب علمی کے کچھ واقعات سنانا ہے اپنے والد صاحب کی سوانح عمری بیان کرنا مقصود نہیں ہے، مگر جب ان کا ذکر آ گیا ہے تو ان کی ایک بات اور سنا دینا مناسب سمجھتا ہوں، ان شاء اللہ آپ بھائیوں کو اس سے بھی نفع ہوگا، غالباً ۴۵ھ میں یعنی اب سے ۳۵، ۳۶ سال پہلے میرے والد صاحب کو حج نصیب ہوا، واپسی پر مجھ سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرے لیے کوئی چیز نہیں لایا میں نے ایک دعا تیرے واسطے کی ہے اور وہ یہ کہ تیرے پاس کبھی دولت نہ ہو اور تجھے کبھی تنگی اور تکلیف نہ ہو، اور مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ قبول ہوگی۔ اس بات کو ۳۵، ۳۶ سال ہو گئے ہیں آپ کے سامنے اس بات کا اظہار بہتر سمجھتا ہوں کہ اب تک اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ بالکل یہی ہے میرے پاس دولت کبھی نہیں ہوئی اور الحمدللہ زندگی کی ان تکلیفوں سے مجھے کبھی واسطہ نہیں پڑا جو افلاس اور تنگی کی وجہ سے اللہ کے بندوں کو ہوتی ہیں مالک کے فضل وکرم سے میری زندگی بڑی راحت اور عافیت کے ساتھ گزرتی ہے مجھے یقین ہے کہ اگر بالفرض میں ڈپٹی کلکٹر ہوتا اور میری تنخواہ ہزار یا اس سے بھی اوپر ہوتی تو زندگی کی وہ راحتیں مجھے نصیب نہ ہوتیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے نصیب ہیں۔

میرے عزیز بھائیو! خدا گواہ ہے کہ میرے پاس کوئی ہنر اور کمال نہیں ہے بس وہی ہے جو اسی دار العلوم سے اور یہاں کے اپنے اساتذہ سے نصیب ہوا ہے۔ میں نے ابھی ذکر کیا تھا کہ جب میری عربی تعلیم شروع ہوئی تو میرے اندر اس کا کوئی داعیہ اور شوق نہیں تھا اور بعد میں جب ارادہ کے ساتھ اور جی لگا کر پڑھنا شروع کیا واقعہ یہ ہے کہ اس وقت بھی خدا طلبی اور آخرت کی کامیابی کا واضح تصور مجھے نصیب نہیں تھا لیکن الحمدللہ جب دار العلوم میں حاضری ہوئی تو یہ نعمت بھی کسی درجہ میں یہاں کی برکت

سے نصیب ہوگئی تھی، مگر جیسا کہ میں نے بتایا تھا میرے والد ماجد نے مجھے صرف اسی نیت سے دینی تعلیم کے راستہ پر لگایا تھا کہ ان کو قبر میں اور اس کے بعد کی آخرت کی منزلوں میں اس سے فائدہ پہنچے، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل کو ضرور قبول فرمائے گا یہ ان کی ایک قربانی تھی اور انھوں نے گویا مجھے اللہ کی نذر کیا تھا، اور دین کے لیے واقف کیا تھا میں یاد کرتا ہوں ایک دن وہ تھا جب والد صاحب نے کلکٹر کے کہنے کے باوجود مجھے انگریزی پڑھانے سے انکار کر دیا تھا اور مجھے اپنی نادانی سے بڑا رنج اور صدمہ ہوا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ میرا مستقبل تاریک ہوگیا اور اب میرا حال یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہی دن میرے لیے سب سے زیادہ مبارک دن تھا جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی آخرت بنانے کے لیے مجھے صرف دینی تعلیم دلائیں گے [میں اللہ کے ایسے بہت سے بندوں سے واقف ہوں جنھوں نے صرف انگریزی تعلیم حاصل کی اور ایک دن بھی ہمارے کسی دار العلوم میں طالب علم بن کے نہیں رہے لیکن ان پر کسی اور راستہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور ان کی دینی حالت خود میرے لیے باعث رشک ہے اور میں ان کو اللہ کے مقبول بندوں میں سے سمجھتا ہوں لیکن اپنے بارہ میں میرا اندازہ یہی ہے کہ اگر مجھے انگریزی تعلیم دلائی جاتی تو شاید میرا تعلق دین سے اور اللہ رسول سے برائے نام ہی ہوتا۔] مجھے جب قرآن شریف کی تلاوت نصیب ہوتی ہے اور جب حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں اور کچھ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرما رہے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہدایت فرمائی تو میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے جو کسی بندہ کو حاصل ہو سکتی ہے اور زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی اس کے برابر قیمتی نہیں اور والد ماجد کے اس فیصلہ کے صدقہ میں یہ مجھے نصیب ہوئی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے والد ماجد نے سب سے بڑا احسان مجھ پر یہی فرمایا، انھوں نے میرے لیے مکان بھی چھوڑا جو آج بڑی قیمت کا ہے اور اس کے علاوہ خاصی جائیداد بھی چھوڑی جس میں سے بہت کچھ فروخت کر چکا ہوں۔ اور اب بھی کچھ باقی ہے لیکن اس سب سے بڑا احسان ان کا مجھ پر یہی ہے کہ انھوں نے مجھے وہ دینی تعلیم دلائی جو دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی میراث ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل اور اس احسان کا صلہ قبر میں اور آخرت میں ان کو اپنی شان عالی کے مطابق عطا فرمائے۔

میرے عزیز بھائیو! آپ میں سے بہت سے وہ ہوں گے جن کے والدین نے میرے والد کی طرح اپنی اور ان کی آخرت بنانے کے لیے سوچ سمجھ کے دینی تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا ہوگا، لیکن خود ان کا ذہن اس بارے میں صاف نہ ہوگا، جیسا کہ ایک عرصہ تک خود میرا حال تھا اور کچھ آپ میں وہ ہوں گے جنھوں نے خاندانی رواج کے طور پر یا حالات کے تقاضے سے یا دنیوی تعلیم حاصل نہ کر سکنے کی مجبوری سے دینی تعلیم کا یہ راستہ اختیار کر لیا ہوگا۔ لیکن میں آپ کا مخلص بھائی ہوں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اس علم دین کی قدر و قیمت کو اور اپنے مقام اور اپنی حقیقت کو سمجھئے۔ آپ جو چیز حاصل کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں وہ تمام انبیاء علیہم السلام کا ترکہ اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب فرمائے اور نیت اور عمل صحیح ہو تو آپ سے اور ہم سے بڑا دولت مند اور خوش نصیب کوئی نہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے علمبردار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی اور لشکری ہیں۔ اگر آپ اس حقیقت کو اور اپنے مقام کو سمجھ لیں تو پھر آپ کو کسی

دنیوی اعزاز اور عہدہ کی طمع نہ ہوگی اور اہل دنیا اور دولت مندوں کی شاندار کوٹھیاں اور موٹریں دیکھ کے آپ کو کوٹھی اور موٹر نہ ہونے کی حسرت نہ ہوگی پھر آپ کا احساس اور اذعان یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت بلکہ ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جس کا آپ کو علم ہے وہ ان کوٹھیوں اور موٹروں سے ہزاروں درجہ زیادہ قیمتی ہے۔ ہمیں اپنے قصوروں اور کوتاہیوں اور گناہوں کے لحاظ سے تو اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا چاہیے لیکن علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ورثہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے برتر اور بالاتر سمجھنا چاہیے اور اس نعمت پر خدا کا بے حد شکر ادا کرنا چاہیے۔

بخدا میں کچھ نہیں ہوں، نہایت گنہگار بندہ ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ چیز محض اپنے فضل سے کسی درجہ میں نصیب فرمادی ہے کہ جو تھوڑا سا علم اس دارالعلوم کے صدقہ میں اور اس کے فیض یافتہ اپنے استاذوں کے صدقہ میں حاصل ہو گیا ہے۔ اس کو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت سمجھتا ہوں۔

میرے بھائیو! یہی ہمارے بزرگوں کا خاص ترکہ اور ورثہ ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو نصیب فرمائے! اس کے لیے میں آپ کو تین باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

اوّل یہ کہ اپنے مقام اور مقصد کو سمجھئے اور اگر اب تک نیت اور مقصد کے بارے میں ذہن صاف نہیں تھا تو اب اپنے دل کے رخ کو صحیح کر لیجئے تنہائیوں میں بیٹھ بیٹھ کر سوچا کیجئے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اور آپ کون ہیں۔ اور جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں وہ کتنی عظیم دولت اور نعمت ہے۔ یہ آپ کے لیے بہترین مراقبہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ دل لگا کر اور پوری توجہ سے پڑھیے یہ علم دین کی قدر اور عظمت کا حق ہے۔ اس کے بغیر کسی کو نہ کچھ آیا ہے نہ آئے گا نہ ملا ہے نہ ملے گا۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ جو علم آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں اپنی زندگی اور اپنا عمل بھی اس کے مطابق بنائیے، تقویٰ اختیار کیجئے تقوے کے ساتھ علم نور ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا علم میراثِ نبوت ہے اور تقوے کے بغیر علم ظلمت ہے اور سراسر وبال ہی۔

میرے عزیز بھائیو! اللہ تعالیٰ نے علم کی اور دین کی جو دولت ہمارے اکابر حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مدنی رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمائی تھی وہ اس کے خزانہ میں اب بھی بھرپور موجود ہے یہ دارالعلوم اس کا دروازہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دروازہ تک پہنچا دیا ہے۔ اگر آپ اخلاص نیت اور محنت وتقویٰ کی شرطوں کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی کریمی پر یقین کر کے قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو آپ کی استعداد اور استحقاق کے مطابق وہی دولت ضرور عطا فرمائے گا اور قبر اور آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی آپ کو اس کا ذائقہ حاصل ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حمد باری تعالیٰ

محمد فیاض عادلؔ فاروقی

یہ سب قانون فطرت کے، کہو کس نے بنائے ہیں؟
یہ کس کے حکم کے پابند اجالے اور سائے ہیں؟

ستارے ، کہکشائیں، نیبولے کوئی تو ہے تھامے
شِہابی تازیانے رات دن کس نے چلائے ہیں؟

یہ کس نے پھول کو ہنسنا سکھایا ، رونا شبنم کو؟
سجائے کس نے یہ کانٹے ؟ یہ گل کس نے کھلائے ہیں؟

سکھایا کس نے بلبل کو چہکنا، گل کو مسکانا
یہ خوشبو کس نے بکھرائی؟ چمن کس نے سجائے ہیں

زمیں یہ کیوں نہیں چاندوں سے، سیاروں سے ٹکراتی؟
مدار ان فلکیاتی گولوں کے کس نے بنائے ہیں؟

یہ کس نے باندھ رکھا ہے کروں کو اپنے مرکز سے؟
یہ کس کی سنتے ہیں ؟ یہ کس کے سیکھے اور سکھائے ہیں؟

کشش رکھی ہے کس نے ثقل کی ان بے زبانوں میں؟
ضوابط کس نے ان بے جان جسموں میں بسائے ہیں؟

ہوائیں کس کے کہنے پر رواں ہیں دشت و صحرا میں؟
یہ پھرتی کس لیے پانی کے مشکیزے اٹھائے ہیں؟

گرجتے ہیں برستے ہیں بھرے جائیں تو ہوں خالی
یہ چلتے پھرتے بادل کس نے یوں اوپر چلائے ہیں؟

پرندوں کو پکڑ رکھا ہے وسط آسماں کس نے؟
یہ کس نے تتلیوں کے خوبصورت پر بنائے ہیں؟

بتا رکھا ہے کس نے شہد کی مکھی کو گلشن میں؟
گلوں سے رس چراؤ جو وہ بیٹھے یوں چھپائے ہیں
یہ کس نے ذہن انسانی میں بوئے فکر کے پودے؟
کرشمے یہ جس و وجدان کے کس نے دکھائے ہیں؟
یہ گنتی کس کی ہے ایجاد کس کا معجزہ الفاظ؟
تماشے یہ عدد اور حرف کے کس نے لگائے ہیں؟
یہ مادہ کس نے گوندھا ، عنصر و قوت کے گارے میں؟
عناصر کے یہ سب اجزاء بھی پھر کس نے بنائے ہیں؟
یہ مائع کس نے سمٹائے یہ گیسیں کس نے پھیلائیں؟
یہ جامد ٹھوس ذرے سنگ کے کس نے جمائے ہیں؟
یہ کس نے ہائیڈروجن، آکسیجن کی ملاوٹ سے
عجب بے رنگ لیکن با مزہ قطرے بنائے ہیں؟
یہ سب مخلوق آخر کس کی کھیتی ، کس کا خرمن ہے؟
وہ مالی کون ہے جس نے یہ گل بوٹے اگائے ہیں؟
نہ کوئی وقت تھا جس دم نہ کوئی وسعت و ہیئت
تو اس دم یہ کرشمے کس نے بالآخر دکھائے ہیں؟
یہ دل کس نے بنایا، جس کو وسعت دی دو عالم کی؟
کہ جس میں ہم نے دو عالم کے بت لا کے بٹھائے ہیں
گلستان جہاں کا باغباں ہے کون عادلؔ جی؟
بتاؤ ہے خدا ، جس کو کہ ہم بیٹھے بھلائے ہیں

منقبت در مدحِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

محمد سلمان قریشی

تیرا عمر، میرا عمر، اعلیٰ عمر، اولیٰ عمر
ذات نبی پاک کے پہلو میں ہے سویا عمر

میرے نبیؐ پاک نے کی تھی خدا سے التجا
ہشام دے یا دے مجھے خطاب کا بیٹا عمر

اللہ نے منظور کی محبوب کی یہ بات اور
دے ہی دیا اسلام کو جو شخص تھا یکتا عمر

جس نے عراق و روم میں اپنی شجاعت پیش کی
ایران کے کفار سے جو ہے لڑا تنہا عمر

شیطان جس کے سائے سے رہتا ہمیشہ دور ہے
اللہ کا صد شکر ہے اس نے ہمیں بخشا عمر

جس کی وجہ سے خانۂ کعبہ میں پڑھتے ہیں نماز
وہ با وفا ذی شانِ حق اور معتبر ٹھہرا عمر

عشق کے قیدی (قسط:۱۴)

ظفر جی

نامعلوم افراد

آئی جی آفس....لاہور.... 5 مارچ 1953

"سر! کراچی سے ڈیفنس سیکرٹری کا فون! "

"ہاں سر جی....خیریت؟" آئی جی نے جمائی لیتے ہوئے کریڈل اٹھایا۔

"آئی جی صاحب...کچھ ہم سے بھی رابطہ رکھا کیجئے۔ پرائم منسٹر کو بریفنگ دینی ہوتی ہے۔" سکندر مرزا نے کہا۔

"اوہ سر جی! یہاں دن رات میٹنگز چلتی ہیں۔ اوپر سے شہر کے حالات....!"

"ڈی ایس پی فردوس شاہ کیسے قتل ہوا؟ "

"انہی لوگوں نے مارا جو پچھلے ایک ہفتے سے شہر پر قابض ہیں۔" آئی جی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ مائی گوش! یعنی فوج اور پولیس دونوں بُل شٹ ہو گئے؟ "

" کیا کریں سر؟ پولیس کے پاس اچھے ہتھیار نہیں اور جنرل صاحب آگے آنے کو تیار نہیں۔ "

" کیوں؟ کیا کہتا ہے جنرل اعظم؟ "

" اُن کے بھی نخرے ہیں یار! جب تک شہر میں آگ نہیں لگے گی۔ مظاہرین گاڑیاں نہیں جلائیں گے۔ توڑ پھوڑ نہ ہوگی۔ فوج ٹیک اوور نہیں کرے گی۔.وٹ اے جنٹل مین یار! "

"تو کر دو اُس کی خواہش پوری! "

" کیا مطلب؟ "

" او مائی جنٹل مین ! تم نے نیرو کا نام سنا ہے؟ روم کا ایک مشہور بادشاہ تھا۔ چل چھوڑ ....ایسا کر ...ایک فون نمبر دیتا ہوں۔ یہاں مرزا آتش بیٹھے ہوں گے۔ انہیں بتا دو کہ شہر میں تھوڑی بہت آگ لگا دیں۔ چل رہنے دے، تو تھکا ہوگا یار ! میں خود ہی کہہ دیتا ہوں۔ "

آئی جی نے ایک کھوکھلا قہقہہ لگا کر کہا:

"لیکن یہ آگ لگائے گا کون؟ "

"نامعلوم افراد... "اسکندر مرزا نے کہا اور فون بند کر دیا۔

صبح 8 بجے جب آئی جی میٹنگ کے لئے گورنر ہاؤس کی طرف نکلے تو شہر بھر میں نامعلوم افراد کا راج قائم ہو چکا تھا۔ نسبت روڈ پر انہوں نے کئی دکانوں کو لٹتے دیکھا۔ ایک مرزائی بزاز کی لاش سڑک پر پڑی تھی۔ جسے سفید لٹھے سے ڈھک کر چاروں کونوں پر اینٹیں رکھ دیں گئی تھیں۔ بلوائی دکان سے کپڑوں کے تھان کے تھان نکال رہے تھے۔ پولیس دُور کھڑی تماشا دیکھنے میں مصروف تھی۔

"ادھر آؤ۔" آئی جی نے ایک بنگالی سپاہی کو آواز دی جو اپنی بندوق کولھوں پہ ٹکائے پان چبا رہا تھا۔ سپاہی بھاگا بھاگا آیا اور کڑا کے دار سلیوٹ کیا:

"نن... نیچے کر ہاتھ... ڈھکّن!" آئی جی نے ڈانٹا۔

"پھکر کرنے کا نا ہیں ہے ساب... ایدھر سب اپنا ہی لوغ ہے۔" وہ پان چباتے ہوئے بولا۔

" گورنر ہاؤس کا رستہ سیف ہے؟" آئی جی نے پوچھا۔

"ایک دم بڑھیا ساب! بس کوتوالی کی طرف کُس گر بر ہے۔ باقی سب سیک ہے۔ "

"ٹھیک ہے۔ دھیان سے کرو ڈیوٹی!" آئی جی نے شیشہ چڑھاتے ہوئے کہا۔

آئی جی گورنر ہاؤس پہنچے تو اجلاس شروع ہو چکا تھا۔ گورنر جنرل غلام محمد کی تقریر جاری تھی۔ ہوم سیکرٹری، جنرل اعظم خان، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس ایس پیز ہمہ تن گوش تھے۔

"یہ ٹینشن پہلی بار نہیں دیکھی میں نے۔" گورنر جنرل نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بمبئی میں تھا۔ شہر میں ہندو، مسلم فسادات پھوٹے اور پورا بمبئی جلنے لگا۔ "

" کیا چل رہا ہے؟" آئی جی نے ہوم سیکرٹری کے پاس بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"شکار کے قصّے!" ہوم سیکرٹری نے جواباً کہنی ماری۔

"فسادات کو صرف ایک ہی چیز ٹھنڈا کرتی ہے... گولی۔ فسادات کی انیشئل سٹیج پر ہی اگر کثیر تعداد میں بلوائی مار دیے جائیں تو بلوہ خود بخود دم توڑ جاتا ہے، کیوں آئی جی صاحب؟ "

"سس.... سر! اندرون شہر کا کنٹرول اگر فوج کے حوالے کر دیا جائے تو..!" آئی جی نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"اس پر بات ہو چکی ہے، یُو آر لیٹ۔ پولیس کو گولی چلانے کا کھلا اختیار ہے اور گشتی دستوں کی مدد کے لئے فوج بھی موجود ہیں۔ کوارڈینیٹ وِد جنرل اعظم! "

"سر! فردوس شاہ مرڈر کے بعد پولیس کے حوصلے پست ہیں۔" آئی جی گڑگڑایا۔

"حوصلہ رکھو جو جوان بہادری سے لڑے گا، اسے من چاہی جگہ پر دو مربع زمین دی جائے گی۔ "

آئی جی ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"چیف سیکرٹری کہاں ہیں؟" گورنر نے پوچھا۔

"سیکریٹریٹ میں کلرکوں نے ہنگامہ مچا رکھا ہے سر! انہیں شانت کرنے گئے ہیں۔" ہوم سیکرٹری نے بتایا۔

" کلرکوں کو کیا ہوا؟ "

" کل ہونے والے قتلِ عام کی وجہ سے سب برہم ہیں سر! "

"اوہ گاڈ... اس کا مطلب ہے، یہ تحریک سرکاری مشینری میں بھی گھس چکی؟"

"یس سر... ریلوے ملازمین بھی ہڑتال پر ہیں... اور محکمۂ بجلی کے لائن مین بھی کام چھوڑے بیٹھے ہیں۔"

"ایسا کرو۔ سہ پہر کی میٹنگ میں کچھ معززین شہر کو بلواؤ۔ پھر ایک بیان پر ان کے دستخط کراؤ اور یہ بیان ریڈیو سے نشر کراؤ۔ اس سے پبلک پر اچھا اثر پڑے گا۔ لکھواؤ بھی۔"

"یس سر!" ہوم سیکرٹری کاغذ قلم لے کر سیدھا ہو گیا۔

" لکھو! ختم نبوت کے نام پر امن و امان تباہ کرنے والے لوگ ملک و قوم کے دشمن ہیں۔ ان کے مطالبات محض تعصب اور کوتاہ فہمی پر مشتمل ہیں۔ جماعت احمدیہ، پاکستان کی ایک پرامن، غیر متعصب اور ایجوکیٹڈ کمیونٹی ہے "

"سر! ایک منٹ" ہوم سیکرٹری لکھتے لکھتے رُک گیا۔

" کیا ہوا؟"

"سر! اس مسودے پر کوئی معزز آدمی سائن نہیں کرے گا! "

"چلو پھاڑ دو! "

شیخوپورہ سے کچھ اسیرانِ ختمِ نبوت کو قید کر کے لاہور لایا جا رہا تھا۔ بس حدودِ شہر میں داخل ہوئی تو نعروں کی گونج سے مارشل لاء حکام کے چہرے پر بل آ گیا۔ لاہور کی حدود میں ملٹری نے بس کو روک کر پولیس انسپکٹر کو نیچے اتار لیا۔ ایک ملٹری آفیسر بندوق تان کر بس میں داخل ہوا اور بڑے رعب و جلال سے پوچھا:

"نعرے کون لگا رہا تھا؟"

اس اچانک صورتحال سے بس میں سکوت طاری ہو گیا۔

ممتاز شاعر سیّد امین گیلانی بھی اسیران میں شامل تھے۔ ہاشمی خون نے جوش مارا اور تن کر کہا:

"میں لگاتا ہوں نعرے! "

آفیسر نے بندوق گیلانی صاحب کے سینے پر تان کر کہا:

"اب لگاؤ نعرے! "

سیّد نے پُر جوش نعرہ لگایا:

"میرا کالی کملی والا! "

سب نے باآواز بلند جواب دیا:

"زندہ باد! "

آفیسر کی بندوق کی نال نیچے ڈھلک گئی اور وہ یہ کہتا ہوا بس سے اتر گیا:

"ہاں وہ تو زندہ باد ہی ہیں! "

اس دن پولیس نے دل کھول کر گولی چلائی۔ پولیس کی درندگی کا شکار صرف اور صرف ختمِ نبوت کے پر امن رضا کار ہی بنے۔ جلاؤ گھیراؤ اور لوٹ مار کرنے والوں کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔ سب سے زیادہ ظلم گوالمنڈی میں ہوا۔ عبدالکریم مرزائی اے ایس آئی اور خان بہادر سپرنٹنڈنٹ بارڈر پولیس یہاں تعیّنات تھے۔ خان بہادر وہی شخص تھا، جس نے 1935ء میں تحریک مسجدِ شہید گنج میں بھی مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ انگریز حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کے انعام میں خان بہادر کو کئی تمغوں سے نوازا تھا۔ آج پھر وہ دو مربع زمین کے لالچ میں ایمان بیچنے آیا تھا۔ یہ دونوں آفیسر زرضا کاروں کو اُبھار اُبھار کر گولیاں چلاتے رہے۔ پولیس گاڑی پر لگے میگا فون سے بار بار اِعلان کیا جاتا:

"ہے کوئی ختمِ نبوت کا پروانہ؟ ہے کوئی شہادت کا تمنائی؟ "

اعلان سنتے ہی آٹھ دس دیوانے نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے آگے بڑھتے اور بارڈر پولیس انہیں گولیوں سے بھون دیتی۔

دن بھر نہ تو عاشقانِ مصطفی ﷺ ایک قدم پیچھے ہٹے اور نہ پولیس کے دل میں لمحہ بھر کو انسانیت جاگی۔ صبح نو بجے سے لے کر دو پہر دو بجے تک یہ مقتل گاہ یونہی سجی رہی۔ لوگ جوق در جوق "لبیک یا رسول اللہ ﷺ" کا نعرہ لگاتے ہوئے، ناموسِ رسالت پر قربان ہوتے رہے۔ وقفے وقفے سے ایک فوجی گاڑی آتی اور اسلحہ دیکر چلی جاتی۔ ان شہداء کی تعداد کسی نے ایک ہزار لکھی تو کسی نے دس ہزار۔ رب سچّا ہی جانتا ہے کہ کتنے لوگ شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان گمنام مجاہدین کی لاشیں ٹرکوں میں ڈال کر چھانگا مانگا جنگل میں پہنچائی گئیں۔ ان کے جسدِ خاکی کئی طویل کھائیاں کھود کر پھینکے گئے۔ پہلے تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی، پھر ان اجتماعی قبروں کی مٹّی برابر کر دی گئی۔

سرورِ کونین ﷺ سے ، جب سر کا سودا ہو چکا
ہم نہ پوچھیں گے کسی سے بھاؤ اب بازار کا

خفیہ والے

6 مارچ 1953ء.....لاہور

"یہ ریڈیو پاکستان لاہور ہے۔۔۔۔ریاض الدین سے خبریں سنئے۔

ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل جناب غلام محمد نے کہا ہے کہ لاہور کا امن بہت جلد بحال کر دیا جائے گا۔انہوں نے معززین شہر کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مٹھی بھر بلوائیوں کو مذہب کے نام پر شہر کا امن تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔انہوں نے پولیس کو تاکید کی کہ بہرصورت تشدّد اور فائرنگ سے اجتناب کریں۔معززینِ شہر نے ہز ایکسی لینسی کو ہر ممکن حمایت اور تعاون کا یقین دلایا۔"

"بند کر ریڈیو یار! نرا جھوٹ، بکواس۔" سٹی مجسٹریٹ نے کہا اور آئی جی نے گاڑی میں نصب ریڈیو آف کر دیا۔

"اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟"

"کوتوالی چلتے ہیں، بس تھوڑا حالات کا جائزہ لینے۔" آئی جی نے کہا۔

"میں تو کہتا ہوں واپس چلیں۔حالات ٹھیک نہیں لگ رہے۔" مجسٹریٹ شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے بولا۔

"ملٹری کے ہوتے ہوئے بھی ڈرتے ہو۔کمال ہے یار!"

"ملٹری باغِ جناح میں بیٹھی ہے اور بلوائی شہر میں۔"

ریلوے اسٹیشن کے قریب انہوں نے ایک جلوس دیکھا جو کاروں، سائیکلوں اور تانگوں کو روک رہا تھا۔جلوس کی قیادت ایک داڑھی والا شخص کر رہا تھا۔آئی جی نے ایک سائیڈ پر گاڑی روک دی۔

"پھنسا دیا ناں یار! گاڑی موڑو" مجسٹریٹ چشمہ درست کرتے ہوئے بولا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔وہ بزرگ جو سفید ٹوپی پہنے مجمع سے نعرے لگوا رہا ہے۔اپنا ہی بندہ ہے۔"

"کیا مطلب؟" مجسٹریٹ نے حیرت سے پوچھا۔

"خُفیہ کا ہے یار!"

آئی جی نے ہارن دیا تو وہ شخص بھاگا بھاگا ادھر چلا آیا۔

"ٹریفک کیوں روک رکھی ہے دولت خان؟" آئی جی نے شیشہ نیچے سرکاتے ہوئے پوچھا۔

"جلوس نوں تھوڑا مصروف رکھیا اے...تُسی نکل جاؤ...کُش نئیں کہندے۔"

(جلوس کو کچھ مصروف کر رکھا۔ آپ نکل جائیں۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا)

"کچھ نئیں کا بچہ ....اگر گاڑی جلا دی تو؟ "

"اوسر جی بے فکر ہو جاؤ۔ میں تہاڈے اَگے اَگے چلداں۔ آ ؤ میرے پچھے پچھے۔" یہ کہہ کر دولت خان گاڑی کے آگے آگے نعرے لگاتا ہوا چلا۔

(سر آپ بے فکر ہو جائیں۔ میں آپ کے آگے آگے چلتا ہوں۔ آپ میرے پیچھے آئیں۔)

"شاہی پولیس...زندہ باد "

"زندہ باد...زندہ باد!" مجمع نے نعرہ لگایا۔

جلوس سے کچھ لوگوں نے آئی جی کی گاڑی روکنے کی کوشش کی لیکن دولت خان نے کمال مہارت سے انہیں سمجھایا کہ یہ شاہی پولیس کے افسر ہیں۔ قتلِ عام تو بارڈر پولیس کر رہی ہے۔

"کمال کا آدمی ہے یار! یہ دولت خان۔" مجسٹریٹ نے تبصرہ کیا۔

ہاں بس داڑھی نقلی ہے حرامزادے کی۔ کسی دن پکڑا گیا تو تکّہ بوٹی کرالے گا اپنی۔" آئی جی نے کہا۔

"بڑا رسک ہے یار! نقلی داڑھی لگا کر اصلی داڑھی والوں سے نعرے لگوانا، سلیوٹ دولت خان۔" چیف سیکرٹری بول اٹھا۔

"صرف ایک دولت خان نہیں، اڑھاء سو خفیہ والے بیٹھے ہیں مسجد وزیر خان میں۔ کسی بھی تحریک کو کریش کرنے کے لئے کچھ سرکاری پرزے فٹ کرنے ہی پڑتے ہیں! "

نولکھا تھانہ کے قریب انہوں نے ایک ٹینک دیکھا۔ جس پر کوئی فوجی نہیں تھا۔ ایک دراز رِیش شخص ٹینک پر چڑھ کر مجمع سے نعرے لگوا رہا تھا:

"پاک فوج...زندہ باد "

"جنرل اعظم...زندہ باد "

"یہ بھی خفیہ کا ہے؟" مجسٹریٹ نے شیشہ نیچے سرکاتے ہوئے پوچھا۔

"جاؤ اور جا کر داڑھی چیک کر لو۔" آئی جی نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا۔

"رسک ہے یار! اصلی نکل آئی تو؟ "

سرکلر روڈ کے زیریں پُل کے پاس انہیں ایک لٹھ بردار ہجوم نے روکا۔ یہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔

"ہڑتال، ہڑتال، پہیہ جام ہڑتال"

اس سے پہلے کہ وہ کار کو روکتے، ایک خفیہ والا ''بزرگ'' بھاگا بھاگا ادھر آیا۔

"اوبے وقوفو، کارنوں چھڈّو۔اوس تانگے نوں روکو۔"اس نے چیخ کر مظاہرین سے کہا۔

(ارے بے وقوفو! کار کو چھوڑو اور اُس تانگے والے کو روکو۔)

ہجوم لاٹھیاں تانے تانگے کے پیچھے ہو لیا اور اُسے روک کر گھوڑے کو کھول دیا۔

سرکلر روڈ سے آگے پولیس کی ساری چوکیاں خالی تھیں۔البتہ خفیہ والے یہاں بھی ادھر ادھر مٹک رہے تھے۔

"ادھر آؤ دلبر حسین" ڈی آئی جی نے ایک سبز پوش فقیر کو آواز دی جو درویشوں والا لمبا چوغہ پہنے حق مولا ،حق مولا، کے نعرے لگا رہا تھا۔

"پولیس کہاں چلی گئی ؟" آئی جی نے استفسار کیا۔

"ریٹریٹ کر گئی سر!" سبز پوش کن اکھیوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟...کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے؟"

"نہیں سر...ایس ایس پی مرزا نعیم سب کو لے کر کوتوالی چلے گئے ہیں۔"

"مرزا نعیم کی ایسی کی تیسی!" آئی جی نے یہ کہتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔

وہ کوتوالی کے سامنے پہنچے تو فضاء دھواں دھار تھی۔ ہر طرف آنسو گیس کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔تھانے کے باہر ہزاروں کا مجمع کھڑا نعرے لگا رہا تھا:

"پاک فوج....زندہ باد"

"شاہی پولیس زندہ باد"

پولیس کانسٹیبلری...مردہ باد"

"بارڈر پولیس...مردہ باد"

ایک لمبی داڑھی اور زلفوں والا جوان جس نے سر پر کفن باندھ رکھا تھا۔ان کی طرف دوڑا چلا آیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے سمندر خان؟"

"سر جی! بارڈر پولیس نے کل جو فائرنگ کیا تھا ناں۔اس پر عوام شور کرتا ہے۔ بولتا ہے، گولی چلانے والے کو اَمارہ حوالے کرو۔ پولیس آنسو گیس پھینک پھینک کر تھک گیا اے"

"مرزا نعیم الدین کہاں ہیں؟"

"اندر ہے سر جی! کوتوالی میں تم گاڑی کو پیچھے سے لے کر آؤ۔"

"کوتوالی میں انڈے دے رہا ہے؟"

آئی جی نے کوتوالی کے پچھواڑے میں گاڑی روکی اور سیدھا اندر چلے گئے۔

ایس ایس پی مرزا نعیم بوٹ اور شرٹ اتارے کرسی پہ نیم دراز تھا۔

"ایس ایس پی صاحب...خیریت؟ آپ محاذ چھوڑ کر بھاگ آئے؟" آئی جی نے آتے ہی پوچھا۔

مرزا نعیم بت بنا آئی جی کو دیکھتا رہا، پھر اچانک منہ پھیر لیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میری طبیعت تو ٹھیک ہے سر،لیکن سرکار کو شاید باؤلے کُتے نے کاٹ لیا ہے۔ "

" کیا ہو گیا ہے؟ "

" کل پانچ سو بارہ بندہ قتل کیا ہے میں نے ،اپنے ان ہاتھوں سے۔دیکھیں ان انگلیوں کو۔ورم آ گیا ٹرائگر دبا دبا کے،لیکن ہوا کیا؟ دس مارے تو بیس اور آ کر کھڑے ہو گئے۔500 بندہ مار چکے تو آرڈر آیا فائرنگ روک دو۔آج پھر کہہ رہے ہیں فائرنگ شروع کر دو۔حکومت کا ضمیر تو کُتے کی موت مر چکا۔ہم کیوں کٹھ پتلی بنے رہیں! "

"اوہ،تو 500 مسلمان مار کے ایک مرزائی کا ضمیر جاگ اٹھا۔" آئی جی نے کیپ اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لعنت ایسی مرزائیت پر جس کی بنیادیں انسانی خون میں لتھڑی ہوں۔لعنت ایسی نوکری پر،جس میں صبح سے شام تک کیڑے مکوڑوں کی طرح انسانوں کو مارا جائے۔ "

"فوج ہماری مدد کے لئے موجود ہے ناں۔ "

"فوج؟....ہونہہ...کیا کرے گی فوج؟ شہر میں بلوہ ہوتا ہے تو لوگ ہجرت کرتے ہیں۔نکل لیتے ہیں۔یہاں لوگ الٹا داخل ہو رہے ہیں۔آج بھی ملک بھر سے ہزاروں لوگ لاہور میں داخل ہوئے۔کس کس کو مارے گی فوج؟ یہ رہا میرا استعفی!" مرزا نعیم ایک کاغذ آئی جی کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ بات چیف منسٹر کے سامنے کہہ سکتے ہو؟ "

" کیوں نہیں ،اپنے ہی عوام کو قتل کر کے حکومت کبھی نہیں جیت سکتی۔اسے مذاکرات کا رستہ اختیار کرنا چاہیے اور عوام کے مطالبات پر کان دھرنے چاہئیں۔"

"چلو میرے ساتھ ابھی اور اسی وقت!" آئی جی نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور کوتوالی سے باہر نکل گیا۔

مرزا نعیم الدین اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

(جاری ہے)

مولانا شمس الرحمٰن معاویہ شہید کی قبر سے خوشبو پھوٹنے لگی

امت رپورٹ

لاہور کے معروف عالم دین مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کی قبر کھل جانے پر خوشبو سارے قبرستان میں پھیل گئی۔ واقعہ چند ماہ قبل میاں میر قبرستان میں پیش آیا۔ مرحوم کے بھائی عبید الرحمٰن کے مطابق مولانا شمس الرحمٰن کی قبر کے قریب ایک دوسری قبر کی کھدائی جاری تھی کہ اسی دوران کدال لگنے سے ان کی قبر تھوڑی سی کھل گئی۔ عینی شاہدین کے مطابق قبر کھلتے ہی قرب و جوار میں خوشبو پھیل گئی۔ دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں مختلف تحریکوں سے وابستہ کئی تاریخی شخصیات اور گمنام شہداء و مجاہدین مدفون ہیں۔ مذکورہ قبرستان میں بھی برسوں پہلے کھدائی کے دوران ایک قبر کھل جانے پر ایسا ہی واقعہ مشاہدے میں آیا تھا۔

لاہور کے معروف عالم دین مولانا شمس الرحمٰن معاویہ ۶ ؍دسمبر ۲۰۱۳ء کو ایک قاتلانہ حملے میں شہید ہوئے تھے۔ وہ لاہور کی بستی سیدن شاہ میں رہائش پذیر تھے۔ جس کے قریب ہی واقع حضرت میاں میر قبرستان میں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبید الرحمٰن نے ''امت'' کو بتایا کہ ''قریباً ساتھ ماہ پہلے میرے حفظ کے ساتھی اور دوست حافظ عبد الرحمٰن ایک روز اچانک مجھے ملنے آئے ان کا چھوٹا بھائی کچھ عرصہ پہلے فوت ہوا، جس کی قبر ہمارے بھائی کی قبر کے قریب ہی بنی۔ حافظ عبد الرحمٰن کے چہرے پر دبا دبا جوش صاف دکھائی دے رہا تھا۔ آتے ہی بولے کہ میں آپ کے لیے ایک بڑی خبر لایا ہوں۔ میرے استفسار پر انھوں نے بتایا کہ اپنے چھوٹے بھائی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے وہ اکثر قبرستان جاتے رہتے ہیں۔ چند روز پہلے وہ جب اپنے بھائی کی قبر پر کھڑے فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران دو آدمی ان کے پاس آکر رک گئے۔ حافظ عبد الرحمٰن کے متوجہ ہونے پر انھوں نے مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ صاحب قبر کون ہیں اور ان کے لواحقین کہاں رہتے ہیں؟ حافظ عبد الرحمٰن نے ان دونوں اجنبیوں کو مولانا شمس الرحمٰن کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے پوچھا کہ ان صاحبان کو ان قبر اور صاحب قبر سے کیا دلچسپی ہے تو جواباً انھوں نے بتایا کہ چند روز پہلے ان کے ایک عزیز کا انتقال ہو گیا جس کی قبر کے لیے مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کی قبر کے بالکل قریب جگہ منتخب کی گئی۔ وہ لوگ قبر کھود رہے تھے کہ اسی دوران غلطی سے کدال مولانا شمس الرحمٰن کی قبر کی دیوار کو لگ گئی جس سے اس میں سوراخ ہو گیا۔ قبر کھلتے ہی قرب و جوار میں یکدم خوشبو پھیل گئی اور وہ خوشبو اس سوراخ میں سے نکل رہی تھی۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے قبرستان میں کسی نے عطر کی شیشی توڑ دی ہو۔ جب کہ صاحب قبر کا کفن بالکل صاف ستھرا دکھائی دے رہا تھا۔

ان لوگوں نے تھوڑی دیر یہ منظر دیکھنے کے بعد سوراخ کو بند کر دیا۔

عبیدالرحمٰن کا مزید کہنا تھا کہ ''میں نے جب یہ بات اپنے گھر والوں کو بتائی تو ہمارے حفظ کے استاد اور ماموں قاری محمد شفیع صاحب اپنے اطمینان کے لیے دوبارہ میرے ساتھی حافظ عبدالرحمٰن سے ملے اور سارا واقعہ خود سنا۔ بعدازاں ہم لوگ قبرستان گئے تو وہاں موجود گورکن نے بھی اس واقعے کی تصدیق کی لیکن وہ یہ نہ بتا سکا کہ مولانا شمس الرحمٰن کی قبر کے ساتھ کھدائی کرنے والے لوگ کون تھے۔''

عبیدالرحمٰن نے مزید بتایا کہ ''گزشتہ برس ان کی والدہ اور ماموں حج پر گئے جہاں ان کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مطاف میں طواف کر رہی ہیں اور بھائی شمس الرحمٰن ان کے آگے چل رہے ہیں۔''

ضلع رحیم یار خان کی تحصیل خان پور میں واقع تاریخی بستی دین پور شریف تحریک ریشمی رومال کا اہم ترین مرکز رہا ہے اس بستی کا قبرستان علاقے بھر کا قدیمی اور تاریخی قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں تحریک ریشمی رومال کے مرکزی رہنما مولانا عبیداللہ سندھی، حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چوتھے مرکزی امیر مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالہادی دین پوری، معروف خطیب مولانا عبدالشکور دین پوری اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہم مدفون ہیں۔ حضرت درخواستی کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں ہونے والے تعزیتی ریفرنس میں ایک شاعر نے کہا تھا کہ:

عبدالہادی، غلام محمد یہاں لال اختر، عبیداللہ سندھی بھی ہیں
جس کو لاہوری نے ہے جنت کہا، تیرا دارالبقاء شیخ درخواستی

گجرات سے تعلق رکھنے والے حافظ افضل نے ''امت'' کو بتایا کہ ''۱۹۹۳ء میں تبلیغی جماعت کے ساتھ ہماری تشکیل خان پور میں ہوئی میں نے وہاں اپنے امیر صاحب سے درخواست کی کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دین پور شریف کے قبرستان کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ امیر صاحب سے اجازت ملنے کے بعد ہم نے پروگرام بنایا کہ نماز جمعہ دین پور کی جامع مسجد میں ادا کی جائے اور اس سے پہلے قبرستان حاضری دی جائے۔ ہم جب دین پور پہنچے تو مقامی ساتھیوں نے ایک سفید ریش بابا جی بطور رہبر ہمارے ساتھ کر دیے جن کی اس وقت عمر ستر برس کے قریب تھی۔ بابا جی نے ہمیں بتایا کہ اس قبرستان میں خاص بات یہ ہے کہ اس میں کوئی بھی قبر پختہ نہیں ہے۔ اس میں اگرچہ مشہور شخصیات بھی دفن ہیں لیکن اکثریت گمنام علماء، مجاہدین، صلحا اور شہداء کی ہے۔ اس قبرستان میں زیادہ تر ایسے لوگ دفن ہیں جو مختلف ادوار میں کسی نہ کسی دینی تحریک سے وابستہ رہے۔ ہم نے ایک خاص بات یہ نوٹ کی کہ جیسے ہی اس قبرستان میں داخل ہوئے تو

ہمیں واضح طور پر ایک رعب محسوس ہوا۔ ہم نے اس قبرستان کے حوالے سے بابا جی کو کوئی خاص واقعہ سنانے کی درخواست کی۔ پہلے تو وہ ہچکچائے لیکن پھر ہمارے اصرار پر انھوں نے بتایا کہ بہت برس پہلے یہاں ایک قبر کی کھدائی جاری تھی میں بھی کھدائی کرنے والوں میں شامل تھا کہ اسی دوران کدال لگنے سے ایک قبر میں سوراخ سو گیا۔ سوراخ عین اس جگہ ہوا جہاں میت کا چہرہ تھا۔ سوراخ ہوتے ہی قبرستان میں خوشبو پھیلنے لگی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن منظر قبر کے اندر موجود تھا۔ ہم نے دیکھا کہ میت کے چہرے سے کفن ہٹا ہوا تھا اور اس کے عین اوپر ایک بڑے ٹوپے (غلے کی پیمائش کے لیے استعمال کیا جانے والا ایک ایسا برتن جس میں قریباً ڈھائی کلو غلہ آتا ہے) جتنا بڑا پھول معلق تھا۔ کئی رنگوں کے اس پھول کی خوبصورتی لاجواب تھی۔ ایسا پھول ہم نے تو کبھی نہ دیکھا۔ اس سے بھی حیران کن منظر یہ تھا کہ تھوری دیر بعد اس پھول میں سے ایک قطرہ ٹپکتا عین اسی لمحے میت کے لب ذرا سے کھلتے اور وہ قطرہ منہ کے اندر چلا جاتا۔ میت کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔ ہم لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں یہ خبر خانوادہ دین پور کے بزرگوں تک پہنچی تو انھوں نے ہمیں سختی سے ڈانٹا اور سوراخ کو فوراً بند کرنے کی ہدایت کی۔ بابا جی کا کہنا تھا کہ ان سمیت اس واقعے کے کئی عینی شاہدین ابھی بھی اس بستی میں حیات ہیں، جنھوں نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ قبر کسی گمنام آدمی کی تھی جس پر کتبہ بھی موجود نہیں تھا''۔

(مطبوعہ: روزنامہ امت کراچی)

not found.

کتب بینی کے معدوم ہوتے ماحول میں تازہ کتب کا جھونکا

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

کوئی دور تھا کہ کتاب تنہائی کا بہترین ساتھی تھی، آج کتاب تنہا ہے اور ساتھی کو ترستی ہے۔ کبھی کتاب سے دُوری کا تصور بھی محال تھا، آج کتاب قاری کی قربت کو ترستی ہے۔ اِبن رُشد نے کہا تھا کہ ''میں نے زندگی میں صرف دو راتیں کتاب کے مطالعہ کے بغیر گزاری ہیں'' اور اَب مطالعہ زندگیوں ہی سے نکل چکا ہے۔ جہاں تیز رفتار دُنیا کی نت نئی ایجادات بالخصوص انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور موبائل فون نے کتب بینی کے ذوق کو تشویشناک حد تک کم کر دیا ہے، وہیں کتابوں کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے نے عام آدمی کی کتاب تک رسائی کو مشکل کر دیا ہے۔ اگرچہ انٹرنیٹ معلومات کی فوری فراہمی کا آسان اور تیز ترین ذریعہ ہے، مگر صرف معلومات کے حصول نے علم و دانش سے محرومی کی صورت پیدا کر دی ہے۔ مادیت کی دوڑ اور آسائشات نے بھی ہماری زندگی سے کتاب کو نکال باہر پھینکا ہے۔ اب کتاب ہماری ترجیحات سے نکل چکی ہے۔

پاکستان میں کتاب سے تعلق کے کمزور ہونے کی کئی وجوہات ہیں: شرح خواندگی کی کمی، قوتِ خرید کا کم ہونا، کتب کی اشاعت اور فراہمی میں حکومت کی عدم دل چسپی اور گھروں میں بچوں کو اَچھی کتابوں کے مطالعہ کی عادت نہ ڈالنا بھی کتاب سے رشتہ قائم نہ رہنے کے بڑے اسباب ہیں۔ امت کا آغاز کتاب سے ہوا، لیکن افسوس کہ انجام کتاب سے دُوری ہے۔ ایک سروے کے مطابق پاکستان میں 73 فیصد عوام نے کتب بینی سے دُوری کا اعتراف کیا ہے اور صرف 27 فیصد لوگ کتابوں سے شغف رکھتے ہیں۔ کتابیں علم بانٹتی ہیں، کتابوں سے اجتناب جہالت ہے۔ پاکستان میں قابل داد ہیں وہ لوگ کہ جو اِس حوصلہ شکن ماحول میں بھی قلم اور قرطاس سے جڑے ہوئے ہیں، وگرنہ اوپر سے لے کر نیچے تک کتاب اور مطالعہ سے ناآشنائی بہت دُور تک جا پہنچی ہے۔ بقولِ کسے: ''مشرف صاحب کے بطور حکمران ترکی وزٹ کے موقع پر کرامت اللہ غوری صاحب وہاں پاکستان کے سفیر تھے۔ کرامت صاحب کے گھر میں اُن کی وسیع ذاتی لائبریری دیکھ اور یہ جان کر کہ اُنھیں مطالعہ کا بے پناہ شوق ہے، مشرف صاحب نے کندھے اُچکائے اور کہا: ''مجھے تو پڑھنے کا شوق نہیں۔'' پرویز مشرف کے یہ الفاظ درحقیقت ہمارے مجموعی فکر اور رَویّہ کے ترجمان ہیں۔ ایک بار ممتاز شاعر و اَدیب احمد ندیم قاسمی مرحوم کے ہاں مجلس ترقی ادب لاہور کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ ایک خاتون پروفیسر سے تعارف ہوا تو وہ کہنے لگیں کہ میرے بیٹے کا نام بھی عمر فاروق ہے۔ میں چاہتی تھی کہ گھر میں سیرۃ فاروق اعظمؓ پر کوئی کتاب لا کر رکھوں، تاکہ بیٹا بڑا ہو کر اُن کی سیرۃ و کردار سے واقف ہو۔ میں کتابوں کی دکان پر گئی اور محمد حسنین ہیکل کی کتاب ''الفاروق عمرؓ'' خریدی۔ اِسی دوران ایک خاتون کار سے اتر کر دوکان میں داخل ہوئی اور دوکاندار سے کہا کہ کوئی سی پانچ سات موٹی موٹی کتابیں دے دیں۔ دوکاندار نے حیرت سے پوچھا کہ آپ نے کتابیں کیا کرنی ہیں تو خاتون نے کہا کہ ''شوپیس کے طور پر ڈرائنگ روم کے شیلف میں رکھنی ہیں۔'' گویا اب مطالعہ کی بجائے لوگوں پر علم کا رُعب ڈالنے کے لیے چند بھاری بھرکم

کتابیں الماریوں میں سجادی جاتی ہیں۔ جن سے پطرس بخاری کی کہانی ''میبل اور میں'' کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ دونوں کردار روزانہ گھنٹوں کتابوں کے مندرجات پر بحث کرتے ، مگر آخر میں یہ راز کھلا کہ دونوں نے کتابوں کو پڑھنا تو درکنار کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ یہی صورت حال اپنے گردوپیش میں روزانہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

کتب بینی کے کم ہوتے ہوئے معاشرہ میں نئی کتابوں کی اشاعت ایک خوش آئند امر ہے۔ حالیہ دنوں میں دو اچھی اور پُرمغز کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ''میانِ دوکریم'' عمرے کے مبارک سفر کی رُوداد ہے۔ جسے روزنامہ ''اسلام'' کے ہفت روزہ ''خواتین کا اسلام'' کے سابق مدیر جناب محمد احمد حافظ حال مدیر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کراچی نے سپردِ قلم کیا ہے۔ سنابل پبلی کیشنز، کراچی سے شائع ہونے والا یہ سفرنامہ حجاز مقدس کی مطہر یادوں پر مشتمل ہے۔ جسے برادرِ عزیز محترم محمد احمد حافظ نے خوبصورت ادبیانہ اسلوب میں تحریر کیا ہے۔ ''میانِ دوکریم'' میں مصنف کائنات کے متبرک ترین مقامات کے انوار و برکات کے مشاہدات کے تذکرہ میں جہاں نہاں خانۂ دل کی کیفیات کو کمال چابک دستی سے کاغذ پر منتقل کرتے ہیں، وہیں وہ قاری کو گردوپیش کے حالات وواقعات سے بھی باخبر رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے، یوں یہ سفرنامہ باطنی احوال اور ظاہری مناظر کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ''میانِ دوکریم'' میں جذبات کا وَفور ہے، مگر جذبات وکیفیات شریعت کے تابع ہیں۔ افراط وتفریط کا دُور تک گزر نہیں ہے، چونکہ مصنف خود بھی صحیح العقیدہ عالم ہیں اور پھر یہ مبارک سفر اکابر علماء کی سرپرستی میں کیا گیا تھا۔ اس لیے یہ سفرنامہ ایک مستند اور مدلل دستاویز کی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔ قاری کی دل چسپی کو برقرار رکھنے کے لیے ظرافت کا سامان بھی موجود ہے۔ متبرک مقامات کے تعارف میں تاریخی پس منظر اور موجودہ ماحول کو مکمل تفصیلات کے ساتھ تحریر میں لایا گیا ہے۔ جس کے لیے آیات واحادیث، تاریخی حوالہ جات اور نادرونایاب اور تازہ ترین تصاویر کا بھی بالتزام اہتمام ہے۔ عمرہ کے لیے جانے والوں کے لیے آسان طریقہ سے عمرہ ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس لیے ہر زائرِ حرم کو یہ سفرنامہ ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ سفرنامہ رنگارنگ معلومات بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حرم کے ائمہ کے تفصیلاً سوانحی حالات بھی پیش کیے گئے ہیں، مگر امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن السدیس کا ذکر ہونے سے رہ گیا ہے۔ بہرحال یہ سفرنامہ حجاز مقدس کے سفرناموں میں انفرادی خصوصیات کا حامل ہے۔ جس کے لیے مصنف کی عرق ریزی اور محنت شاقہ کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے۔

دوسری قابل ذکر کتاب ''یادنامۂ حامد علی خان'' ہے جو بابائے صحافت مولانا ظفر علی خانؒ کے چھوٹے بھائی ممتاز اَدیب مولانا حامد علی خان مرحوم پر مشاہیر کے لکھے گئے مقالہ جات پر مشتمل ہے۔ 175 صفحات پر مشتمل یہ مجموعۂ مضامین مولانا حامد علی خان کے فاضل فرزند جناب زاہد علی خان نے ترتیب دیا ہے جو الفیصل پبلشرز لاہور سے شائع ہوا ہے۔ مولانا حامد علی خان ایک صاحب طرز اَدیب اور شاعر تھے۔ برسوں معروف ادبی جرائد ہمایوں اور مخزن کی ادارت کی۔ پھر اپنا رسالہ ''الحمرا'' جاری کیا۔ بعدازاں مکتبہ فرینکلن میں اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے۔ جہاں پانچ سو امریکی مصنفین کی کتب پاکستانی ادیبوں سے ترجمہ کرا کے شائع کرائیں۔ ''یادنامۂ حامد علی خان'' میں دیگر شخصیات کے مضامین کے علاوہ مولانا حامد علی خان کا ایک غیر مطبوعہ افسانہ اور غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ لائق صد تبریک ہیں جناب زاہد علی خان کہ جو

اَپنے تاریخ ساز والد ماجد کے ادبی سرمایہ کو منصۂ شہود پر لائے اور نژادِ نو کو اُن کے شعری محاسن اور اَدبی کارناموں سے روشناس کرانے کا باعث بنے۔

کتاب سے عشق کیجئے، کتاب نفرتیں مٹاتی اور محبت بڑھاتی ہے۔ تنہائی کو ختم کرتی اور اَن دیکھی دُنیاؤں کی سیر کراتی ہے۔ غم واَندوہ میں ڈھارس بندھاتی اور جینے کی امنگ پیدا کرتی ہے۔ جب کوئی بھی پاس نہ ہو تو کتاب سچے دوست کی طرح باتیں کرتی ہے۔ سچ کہا شورش کشمیری نے کہ: ''کتاب سا مخلص دوست کوئی نہیں۔''

juma.JPG not found.

متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل

مکتوب نمبر: ۵

ڈاکٹر محمد آصف

عزیز احمدی دوستو!

کبھی آپ نے غور کیا کہ ایک طرف تو احمدی دوست مسلمانوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں اپنا حصہ سمجھا جائے، انہیں برابر کے حقوق ملیں اور مسلمان معاشرتی زندگی میں ان سے مل جل کر رہیں۔ اس کو آپ حقیقت کا نام دیں گے یا اس کے برعکس کہ ان کی یہ جملہ خواہش اور کل تقاضے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ جماعت احمدیہ میں شادی بیاہ سے لے کر جنازہ اور تدفین تک جملہ معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ کی تعلیم ہے اور اس پر بھرپور زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں سے کسی قسم کا کوئی معاملہ نہ رکھیں حتیٰ کہ ان کے معصوم بچوں کا جنازہ تک نہ پڑھیں۔ مرزا صاحب کے ان اقدامات کو دیکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ مرزا صاحب اپنے ماننے والوں کو ایک الگ امت بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے خلفاء کی تعلیمات یہ ہیں تو پھر وہ مسلمانوں سے باہمی روابط کا کیوں مطالبہ اور تقاضا کرتے ہیں۔ اس دوہرے کردار کا اندازہ کرنے کے لیے درج ذیل تحریرات سب سے بڑا ثبوت ہیں چند تحریرات ملاحظہ فرمائیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔''

(کلمۃ الفصل از مرزا بشیر احمد ایم اے ص169۔170)

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا

غلام احمد) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

(آئینہ صداقت از مرزا بشیرالدین محمود، ص:35)

جب بھی کسی احمدی دوست سے پوچھا جائے کہ آپ لوگ ساری امت مسلمہ کو کیا سمجھتے ہیں تو وہ جھٹ سے جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں مسلمان سمجھتے ہیں لیکن جب انہیں کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ساری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مسلمان علماء نے مرزا صاحب کو کافر قرار دیا اس لیے نبی کریم نے فرمایا ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے لہٰذا اس لیے مرزا صاحب نے امت مسلمہ کو کافر کہا ہے تو میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ اگر علما مرزا صاحب کو کافر قرار نہ دیتے لیکن سچا سمجھ کر قبول بھی نہ کرتے تو کیا مرزا صاحب یا جماعتی خلفاء امت مسلمہ کے ساتھ رعایت کر دیتے انہیں مسلمان سمجھ لیتے میرے محترم آپ مرزا صاحب کی ان ساری عبارتوں کو مرزا صاحب کے صاحبزادوں اور خلفاء کی تحریروں کو غور سے پڑھیں آپ نے اس مسئلہ پر ساری تحریریں کبھی اکٹھی نہیں پڑھی ہوں گی میں بہت سے ایسے احمدیوں کو جانتا ہوں جس کا صرف اس بات پر اخراج ہو گیا کہ انہوں نے اپنی غیراز جماعت والدہ کا یا کسی مسلمان کا جنازہ پڑھا تھا۔

''جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود سے جب پوچھا گیا کہ غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔ اس کے متعلق مرزا بشیرالدین نے کہا کہ جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے، اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔'' (انوار خلافت، انوار العلوم، جلد 3، ص 150)

(۱) مرزا صاحب کو مارچ 1906ء میں الہام ہوا: ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص 519)

(۲) ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا کے رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم، ص:280)

(۳) ''جو تیرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا''

(روحانی خزائن، ج:18، ص:382)

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی کتاب کلمۃ الفصل کے ص 110 پر تحریر فرماتے ہیں ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا اور محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''
(کلمۃ الفصل ص 110 مرزا بشیر احمد ایم اے)

منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان بھی اسے صحیح باور نہ کر سکے چنانچہ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں اور لفظ ''کفر'' جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے یہ ہرگز مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔
(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو، ص 212۔ 1954ء)

عزیز دوستو!

اسلام میں کسی ایسی شخصیت کی گنجائش نہیں ہے جس پر انبیاء کی طرح ایمان لانا ضروری ہو اور ایمان نہ لانے کی صورت میں کفر لازم آتا ہو اور اسلام سے اخراج ہو جائے اور نہ ہی کسی نبوت کے دعوے والی شخصیت کی اطلاع ہے کہ کوئی شخص آ کر نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ اور وہ اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرے گا اور ساری امت مسلمہ کو کافر قرار دے گا۔ اس بات کی تحقیق آپ کو قرآن وسنت سے ہی ملے گی۔

تمام احمدی دوستوں سے انتہائی خلوص سے عرض کروں گا کہ تمام تر تعصّبات اور نفرتوں کو بھلا کر انتہائی غیر جانبداری سے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے صاحبزادوں کی کتابیں نہایت غور وفکر کے ساتھ پڑھیں۔ مزید گزارش یہ ہے کہ دوران مطالعہ خود ساختہ تاویلات میں ہرگز نہ الجھیں الفاظ کا وہی مفہوم مراد لیں جو بظاہر نظر اور سمجھ آ رہا ہے۔ اگر آپ ہر بات کی تاویل کریں گے تو حقائق تک کبھی رسائی نہ پا سکیں گے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے لاکھ جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔

والسلام علیٰ من التبع الهدیٰ

آپ کا ایک خیر خواہ

ڈاکٹر محمد آصف

مسافران آخرت

ادارہ

★ مجلس احراراسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قدیم کارکن حافظ عبدالواحد کی اہلیہ، میاں عبدالباسط ایڈووکیٹ کی والدہ 6 ستمبر 2017ء کوانتقال کرگئیں۔مرکزی ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ 7/ستمبر کوتعزیت کے لیےان کے گھر تشریف لے گئےان کے ہمراہ حافظ محمد اسماعیل اور قاری عبدالرحمٰن تھے۔

★ والدمرحوم جناب طارق مدنی کراچی،انتقال: یکم ستمبر 2017ء

★ اسلام آباد میں ہمارے معاون جناب مسعود اشفاق کی والدہ ماجدہ 11۔ستمبر، پیرکو ساہیوال میں انتقال کرگئیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ، چودھری محمد اشرف، سردار محمد نسیم ڈوگر اور دیگر احباب نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

★ محمد سعید و محمد نعیم گلاسگو کی والدہ ماجدہ 5/ستمبر منگل کو گلاسگو میں انتقال کرگئیں۔عبداللطیف خالد چیمہ نے مرحومہ کے فرزندان سے فون پرتعزیت کااظہار کیا۔

★ مجلس احرار اسلام (چک 14/P) خان پور کے امیر چودھری عبدالجبار مرحوم، انتقال: 19/ستمبر 2017ء، چودھری عبدالجبار مرحوم مجلس احرار اسلام کے وفادار کارکن تھے۔خانوادۂ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت کرتے تھے خصوصاً امیر احرار حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم سے گہری عقیدت تھی۔انتقال چند گھنٹے قبل بھی فون کر کے اپنی علالت کا حال بتایااور اور حضرت پیرجی کی خیریت دریافت کر کے انھیں سلام عرض کرنے کا پیغام دیا۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

★ تحریک طلباءاسلام کے بانی رہنما افتخار علی پوسوال (چیچہ وطنی) کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ، چودھری محمد سرور کی اہلیہ محترمہ اور تیمور الاسلام کی والدہ ماجدہ 17۔اگست بدھ کوانتقال کرگئیں۔ان کی نماز جنازہ 253 ای بی طفیل آباد بورے والا میں ادا کی گئی۔

★ والدہ مرحومہ مولوی عبدالرحمٰن جامی/ معاویہ طارق بستی مولویان، رحیم یار خان۔

★ اہلیہ مرحومہ مولانا بشیر احمد شاد چشتیاں ★ شیخ عاطف جیلانی مرحوم (تلہ گنگ) انتقال: 14/اگست 2017ء

★ مجلس احرار اسلام مرکزی ناظم نشر اشاعت ڈاکٹر عمر فاروق کے ماموں محمد سلیم مرحوم (لاہور)، انتقال: 2/ستمبر 2017ء، اورآپ کی چچی صاحبہ، انتقال: 2/ستمبر 2017ء (تلہ گنگ)

★ مسلم لیگ (ن) کے رہنما حافظ میاں محمد نعمان (مہتمم جامعہ فتحیہ لاہور) کی والدہ ماجدہ اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب ناظم میاں محمد اویس کی ممانی صاحبہ مرحومہ، انتقال: 27/ستمبر 2017ء

★ مجلس احرار اسلام میراں پور میلسی کے مخلص کارکن ممتاز نعت خواں حافظ محمد اکرم کے بہنوئی اور مجلس احرارِ اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل کے پھوپھا ڈر محمد مرحوم، انتقال: 26 ستمبر 2017ء

★ مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے قدیم ومخلص کارکن محمد صفدر کا جواں سال پوتا عبدالرحمٰن مرحوم

★ ملتان میں ہمارے کرم فرما محمد جاوید شیخ کے سسر اور شیخ محمد صفدر کے والد ماجد جناب شیخ محمد حفیظ مرحوم، انتقال: 8 ستمبر 2017ء

★ مولانا نور حسین عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، ٹیکسلا، انتقال: 15 ستمبر 2017ء

★ جناب محمد رفیق قریشی مرحوم / والد علی مروان قریشی، انتقال: 16 ستمبر 2017ء

★ جناب سید خورشید عباس گردیزی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم، انتقال: 16 ستمبر 2017ء۔ سید خورشید عباس گردیزی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام کے رہنما اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انتہائی ملنسار، وضع دار اور باغ و بہار شخصیت تھے۔ ملتان میں تمام مسالک کو متحد کر کے قیام امن کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔

★ امیر مجلس احرار اسلام یونٹ بڑی بستی آرائیں جتوئی، استاد خدا بخش صاحب کے بڑے بھائی جناب خیر محمد مرحوم

★ جمعیت علماء اسلام ضلع چنیوٹ کے امیر مولانا عبدالوارث رحمۃ اللہ علیہ، انتقال: 28 ستمبر 2017ء

★ اسلام آباد میں ہمارے رفیق فکر جناب محمود الحسن میر کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: ۷ محرم ۱۴۳۹ھ / 28 ستمبر 2017ء بروز جمعرات

★ مجلس احرار ٹب چوہان، رحیم یار خان کے جام یعقوب چوہان کے سسر جام محمد اسماعیل، انتقال: 21 ستمبر 2017ء

★ مجلس احرار اسلام خانپور کے قدیم کارکن چودھری عبدالجبار مرحوم، انتقال: 19 ستمبر 2017ء

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

● قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ گزشتہ تین ماہ سے علیل ہیں

● حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دو سال سے شدید علیل ہیں

● مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی گزشتہ ایک سال سے شدید علیل ہے

● لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

پانی ہی زندگی ہے
حلال
Trusted not to be compromise on quality
ZAM
TM
T.M. #: 412720
Zam
Drinking Water
Pakistan Standards
Ps 4639/2004.R
CML/N-791/2016
ZAM IS LIFE
New M.H.N Drinks & Food Makers® PVT. LTD.
129-130, Sabzwari Town, Multan. Ph: 061-6526667
Cell: 0321-1710321 Email: mhn.drinks@gmail.com
F: https://www.facebook.com/zamwater1/ Website: www.zam-water.com

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردارو ایک ہو جاؤ

احرار ۱۹۲۹

سید ابوذر بخاری

ختمِ نبوۃ کانفرنس

2 روزہ عظیم الشان 40 ویں سالانہ

ان شاء اللہ

11/12 ربیع الاول 1439 جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

زیرِ صدارت

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

مہمانِ خصوصی

حضرت مولانا

خواجہ عزیز احمد دامت برکاتہم

نائب امیر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت پاکستان

خانقاہ سراجیہ کُندیاں

پروگرام

11 ربیع الاوّل بعد نمازِ عشاء، علماء کرام، خطباء احرار اور مذہبی و سیاسی رہنما خطاب کریں گے۔ **12 ربیع الاوّل** بعد نمازِ فجر درس قرآن کریم، صبح 10 بجے تا ظہر جملہ مکاتبِ فکر کے سرکردہ رہنما، تحریک ختم نبوت کے قائدین، علماء، خطباء، زعماء احرار، وکلاء، صحافی، دانشور اور طالب علم رہنما عقیدۂ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، عصمت انبیاء، قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں کو قبول اسلام کی دعوت، احرار اور محاسبۂ قادیانیت کی تاریخ جیسے اہم موضوعات پر خطاب کریں گے۔ **جلوسِ دعوتِ اسلام** حسب سابق بعد نماز ظہر قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دُہرانے کے لئے فرزندانِ اسلام، مجاہدین ختم نبوت احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زُعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

منجانب

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

0301-3138803 0300-6326621 0300-9793093 0308-5838395 0315-9932942 0307-6101608

042-35912644 040-5482253 0301-6221750 0300-5780390 0301-5310385 0303-4611460